جُمادی الاُخریٰ ۱۴۴۵ھ
جنوری ۲۰۲۴ء

ماہنامہ میثاق لاہور

یکے از مطبوعات

تنظیمِ اسلامی

بانی: ڈاکٹر اسرار احمدؒ

- تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار!
- فریضۂ اقامتِ دین: اَسلاف کی نظر میں
- لقمان حکیم کی وصیتیں

داعیٔ رجوع الی القرآن، بانی تنظیم اسلامی

محترم ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

کے شہرۂ آفاق دورۂ ترجمہ قرآن پر مشتمل

بیانُ القرآن

ترجمہ و مختصر تفسیر

اب دو انداز سے دستیاب ہے

● خوبصورت ٹائٹل ● سفید کاغذ ● معیاری طباعت

1 2935 صفحات پر مشتمل، سات جلدوں میں
(الگ الگ جلدیں بھی دستیاب ہیں!)
مکمل سیٹ کی قیمت: 6000 روپے

2 متعدد اضافی خوبیوں کا حامل، طبع جدید
○ قرآنی رسم الخط ○ تفسیری سائز ○ عمدہ سفید کاغذ ○ مضبوط مراکو جلد
2560 صفحات پر مشتمل، چار جلدوں میں
مکمل سیٹ کی قیمت: 9600 روپے

مکتبہ خُدّام القرآن لاہور

36-K، ماڈل ٹاؤن لاہور، فون 3-35869501(042)

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۡ (المائدۃ:۷)

ترجمہ: اور اپنے اوپر اللہ کے فضل اور اس کے میثاق کو یاد رکھو جو اس نے تم سے لیا جبکہ تم نے اقرار کیا کہ ہم نے مانا اور اطاعت کی!

ماہنامہ میثاق لاہور

اجرائے ثانی

ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ

جلد : 73

شمارہ : 1

جمادی الاُخریٰ 1445ھ

جنوری 2024ء

فی شمارہ : 50 روپے

سالانہ زرِتعاون : 500 روپے

مُدیر
حافظ عاکف سعید

مجلسِ ادارت:
ایوب بیگ مرزا، خورشید انجم

نائب مُدیر
حافظ خالد محمود خضر

ادارتی معاون:
حافظ محمد زاہد، محمد خلیق

مکتبہ خدام القرآن لاہور

مقامِ اشاعت: 36۔ کے ماڈل ٹاؤن، لاہور 54700، فون: 3-35869501

فیکس: 35834000، ای میل: maktaba@tanzeem.org

ترسیلِ زر: مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

رابطہ برائے ادارتی امور: (042)38939321

publications@tanzeem.org

ویب سائٹ: www.tanzeem.org

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی: "دارُالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور

(پوسٹل کوڈ 53800) فون: (042)35473375-78

پبلشر: ناظم مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

طابع: رشید احمد چوہدری مطبع: مکتبہ جدید پریس (پرائیویٹ) لمیٹڈ

مشمولات

عرضِ احوال 5

تا خلافت کی بِنا دُنیا میں ہو پھر اُستوار — ایوب بیگ مرزا

بیانُ القُرآن 9

سورۃ عبس — ڈاکٹر اسرار احمدؒ

انوارِ ھدایت 18

مسلمان: زیرِ عتاب کیوں؟ — پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

فرائضِ دینی 23

فریضۂ اقامتِ دین: اَسلاف کی نظر میں — مولانا خان بہادر

تذکیر و موعظت 33

اتباعِ نبی ﷺ اور معاشرے کی ترقی — مولانا عبدالمتین

حکمتِ قرآنی 39

لقمان حکیم کی وصیتیں — مقصود الحسن فیضی

دلیلِ صبحِ روشن 48

سقوطِ خلافت اور ترکی میں احیاءِ اسلام کی کوششیں — فرید بن مسعود

ظروف و احوال 61

پاکستان اور افغانستان — تنظیمِ اسلامی

رپورتاژ 65

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا! — مرتضیٰ احمد اعوان

بسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ○

تا خلافت کی بِنا دنیا میں ہو پھر اُستوار

۲۰۲۴ء کا آغاز ہو چکا ہے۔ خلافت کے ادارے کو ختم ہوئے شمسی لحاظ سے سو سال بیتنے کو ہیں کہ یہ سانحہ جاں کاہ ۳ مارچ ۱۹۲۴ء کو پیش آیا تھا۔ زیاں کا احساس رکھنے والوں کے زخم آج تک ہرے ہیں۔ اس سے پہلے کہ ہم اس حوالے سے اپنے دردِ دل کو قرطاس پر منتقل کریں‘ ہمیں اپنے ہاں کے ان سیکولرز اور مغرب سے مرعوب ’’دانشوروں‘‘ کو جواب دینے کی ضرورت ہے جو بارہا یہ کہہ چکے ہیں کہ تاریخ میں مسلمانوں کی کارکردگی اور حیثیت آخر ہے کیا! جب ہم مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ کے الفاظ لکھتے یا بولتے ہیں تو وہ اعتراض اُٹھاتے ہیں اور طنزیہ انداز میں کہتے ہیں کہ کون سی عظمت تھی جس کے چلے جانے پر یہ لوگ اظہارِ افسوس کر رہے ہیں! وہ کب تھی‘ کیسی تھی؟ یوں وہ ہمارے زخموں پر نمک چھڑکتے بلکہ انہیں کریدتے ہیں۔ لہٰذا سقوطِ خلافت پر اپنے دل کے پھپھولے پھوڑنے سے پہلے ان کا منہ بند کرنا انتہائی ضروری ہے۔

ہمارا یہ دعویٰ ہے‘ اور بلا خوفِ تردید ہے‘ کہ انسانی تاریخ میں جتنے طویل عرصہ تک مسلمان عالمی قوت رہے ہیں‘ کوئی دوسری قوم نہیں رہی۔ کبھی سپریم پاور آف دی ورلڈ کی حیثیت سے اور کبھی محض سپر پاور بن کر۔ مختصر ترین الفاظ میں اس کی روداد یہ ہے کہ خلافت راشدہ کا آغاز ۶۳۲ء میں ہوا اور حضرت عمر فاروق ؓ کے دور میں اسلامی ریاست تین براعظموں تک پھیل چکی تھی۔ خلافتِ راشدہ کے بعد بنواُمیہ اور بنوعباس کے ادوار میں بھی اسلامی سلطنت وسیع ہوتی چلی گئی۔ آخر میں سلطنتِ عثمانیہ قائم ہوئی۔ اس دوران مسلمانوں کا معاملہ یہ رہا کہ سپین میں انھوں نے تقریباً ۸۰۰ سال راج کیا۔ پھر کبھی ایوبی سلطنت قائم ہوئی اور کبھی سلجوقی حکمران بنے۔ ہندوستان میں ۹۰۰ سال تک غزنوی‘ غوری اور مغل حکمران رہے۔ گویا ایک عرصہ تک مسلمانوں کا معاملہ یہ رہا کہ ؎

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے‘ اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے!

مذکورہ نام نہاد دانشوروں سے سوال ہے کہ کیا کارکردگی اور حیثیت نہ رکھنے والی کوئی قوم سپریم پاور آف دی ورلڈ بن سکتی ہے؟ بات طویل ہو جائے گی ورنہ فلسفہ‘ طب اور جراحی میں مسلمانوں کے عظیم کارناموں پر ضخیم کتابیں تحریر کی جا سکتی ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ غرناطہ کی لائبریریوں سے علم یورپ منتقل ہوا۔ آج وہاں سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی میں اسی علم کا وافر حصّہ ہے۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ ہم ’’پدرم سلطان بود‘‘ کے قائل ہیں۔ ہم باآوازِ بلند اعتراف کرتے ہیں کہ گزشتہ دو یا اڑھائی صدیوں سے مسلمان زوال پزیر ہیں اور بری طرح ذلت ورسوائی کا سامنا کر رہے ہیں۔ البتہ ماضی میں اُمّتِ مُسلمہ کی عظمت پر اگر کوئی سوال اٹھاتا ہے تو وہ یا تو تاریخ سے نابلد ہے یا کاذب ہے جو ایک بدیہی حقیقت کا منکر ہے۔

سلطنت عثمانیہ ۱۲۹۹ء میں قائم ہوئی اور ۱۹۲۴ء تک قائم رہی۔ گویا یہ عظیم سلطنت سوا چھ سو سال قائم رہی۔ آخری نصف صدی یا پون صدی بیچ میں سے نکال دی جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ ساڑھے پانچ سو سال یہ عظیم الشان سلطنت شان وشوکت بھی رکھتی تھی اور حکمرانوں کی رٹ پر بھی کوئی سوالیہ نشان نہیں تھا۔

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ خلافت راشدہ کا نظام مثالی اور آئیڈیل تھا‘ لیکن بعد ازاں اس میں آہستہ آہستہ ملوکیت در آئی جو بنوعباس کے دور میں خالص ملوکیت بن گئی۔ البتہ شرعی نظام قائم رہا‘ قانونی سطح پر قرآن اور سُنّت کو بالادستی حاصل رہی اور عوام اس نظام کی برکت سے کافی حد تک مستفید ہوتے رہے۔ اس کے علاوہ خلافت کا نظام مسلمانوں کو ایک مرکزیت‘ طاقت اور اتحاد کا جواز فراہم کرتا تھا۔ تاریخ کے صفحات پر یہ حقائق موجود ہیں کہ ۱۸۹۷ء میں جب عالمی صہیونی کانفرنس میں یہ فیصلہ ہوا کہ سلطنت عثمانیہ سے فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری کی اجازت لی جائے گی‘ اور پھر صہیونی تنظیم کا بانی تھیوڈر ہرزل دو دفعہ خلیفۂ وقت عبدالحمید دوم کے پاس یہ پیشکش لے کر آیا کہ آپ ہمیں فلسطین میں یہودیوں کو بسانے کی اجازت دے دیں تو ہم نہ صرف سلطنتِ عثمانیہ کے سارے قرضے اُتار دیں گے بلکہ ترقیاتی پروگراموں کے لیے مزید رقم بھی دیں گے تو خلیفہ نے اس کے جواب میں یہ تاریخی الفاظ کہے

تھے کہ: مَیں اپنے جسم کا کوئی حصّہ کاٹ کر تو دے سکتا ہوں لیکن یہ ہرگز برداشت نہیں کر سکتا کہ اُمّت کی امانت میں سے کوئی حصّہ آپ کو دے دوں۔ اُس وقت خلافتِ عثمانیہ حالتِ نزع میں تھی' لیکن پھر بھی اس کی اتنی طاقت تھی کہ یہودیوں کو فلسطین کی طرف میلی آنکھ سے دیکھنے کی بھی جرأت نہ ہوئی اور نہ وہ اسرائیل کے قیام کی جانب کوئی قدم اٹھا سکے۔ گویا اپنے آخری دور میں بھی خلافتِ عثمانیہ نے حرمتِ رسول ﷺ اور ارضِ فلسطین پر چاق و چوبند ہو کر پہرہ دیا۔ لہٰذا ہم یہ سوال کرنے میں حق بجانب ہیں کہ اگر آج مسلمانوں کی کوئی اجتماعیت ہوتی تو کیا اسرائیل اور اُس کے سہولت کاروں کو فلسطینی مسلمانوں کے قتلِ عام کی جرأت ہو سکتی تھی؟

اسرائیل کی بنیاد اس وقت پڑی جب خلافتِ عثمانیہ ختم ہو گئی۔ خلافت کی اہمیت اور طاقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ جب مالٹا میں اسیر تھے تو انہوں نے ایک انگریز افسر سے پوچھا: ''آپ لوگ اس کمزور سی خلافت کے اتنے مخالف کیوں ہیں؟'' اس نے جواب دیا: ''مولانا! آپ اتنے بھی بھولے نہ بنیں۔ کیا ہمیں نہیں معلوم کہ جب خلیفہ جہاد کا حکم دے گا تو ساری دنیا سے مسلمان اکٹھے ہو جائیں گے۔'' یہ بھی خلافت کی برکت تھی کہ البانیہ' کوسوو' مقدونیہ' یونان' ہنگری' بوسنیا' رومانیہ' بلغاریہ' سلواکیہ' پولینڈ' آسٹریا سمیت بیشتر یورپی علاقوں کے شہری اسلام کے فطری قوانین اور نظامِ عدل سے متاثر ہو کر ہی مسلمان ہوئے تھے۔

اب اس بات کا جائزہ لیتے ہیں کہ مسلمان کیوں زوال پزیر ہوئے اور آج دشمنانِ اسلام اُمّتِ مُسلمہ کے جسد کو کیوں نوچ رہے ہیں۔ علامہ اقبال کہتے ہیں ؎

چاک کر دی تُرکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی مسلم کی دیکھ' اوروں کی عیاری بھی دیکھ!

چشمِ تصوّر سے دیکھیں تو یوں لگتا ہے کہ علامہ نے یہ شعر کہہ کر غم اور اندوہ سے اپنا گریبان چاک کر لیا ہوگا۔ درحقیقت خلافت کے ادارہ کے خاتمے کے بعد اُمّت ایک بے گور و کفن لاشہ ہے اور یہود و ہنود اور نصاریٰ اس لاشے کی بے حرمتی سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ سقوطِ خلافت کی وجہ انیسویں صدی کے ترکوں کی نااہلی اور عاقبت نااندیشی ہے' محنت و مشقت اور جفاکشی کو ترک کر کے عیش و عشرت میں پڑ جانا ہے۔ دولت اور اقتدار کی ہوس نے ان کی آنکھوں کو نہیں

دلوں کو اندھا کر دیا تھا۔ وہ بھول گئے تھے کہ دولت و اقتدار سایہ کی مانند ہوتے ہیں جو جگہ بدلتا رہتا ہے۔ مسلمان طویل عرصے تک مقتدر رہنے کی وجہ سے اقتدار و غلبہ کو اپنا استحقاق سمجھنے لگے۔ انہوں نے اپنی نظریاتی اور جغرافیائی سرحدوں کی حفاظت کی صلاحیت کھو دی۔ وہ دوست و دشمن میں تمیز کرنے کے قابل بھی نہ رہے۔ وہ اب اسلام کے فطری قوانین اور نظامِ عدل کو خیرباد کہہ کر مغربی جمہوریت کے زیر اثر سیکولر قانون اور نظریاتی کی بجائے نسلی ریاست کی بات کرنے لگے۔ اس کا ردِّعمل علاقائی تعصب کی صورت میں ظاہر ہوا اور مصر' حجاز' شام کے علاوہ یورپ کے علاقوں میں بھی نسلی اور علاقائی بنیادوں پر تحریکیں اُٹھائی گئیں۔ نادان مسلمان اس حقیقت کا ادراک نہ کر سکے کہ ان کا زوال خلافت کے نظام کی وجہ سے نہیں بلکہ دین سے دُوری اور اپنے کردار کی وجہ سے ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے قول مبارک کے مطابق وہ وہن کی بیماری میں مبتلا ہو گئے' جو دنیا سے محبت اور موت سے کراہت کا نتیجہ ہے۔

انتہائی افسوس ناک امر یہ ہے کہ ترکوں کے باپ یعنی اتاترک نے خلافت کے اس ادارے کو خود اپنے ہاتھوں سے دفنایا۔ سلطنتِ عثمانیہ کے آخری دور میں تقریباً تمام اعلیٰ سول اور فوجی عہدوں پر ایسے لوگ تھے جو دشمنوں کے مفادات پورے کر رہے تھے۔ جنگ عظیم اوّل میں ان غداروں نے سلطنتِ عثمانیہ کو توڑنے اور ختم کرنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔ مغرب کے کئی محاذوں پر ایسے جرنیلوں نے محض دشمن کو فتح دلوانے کے لیے ہتھیار ڈال دیے۔ کئی علاقوں میں دشمنوں کو فائدہ پہنچانے کے لیے خوامخواہ جنگ چھیڑی گئی جس کا نقصان عثمانی سلطنت کو ہوا۔ اس حوالے سے شریفِ مکّہ (اردن کے موجودہ شاہ عبداللہ کا جدِامجد حسین بن علی) اور آلِ سعود کا ذکر خاص طور پر کیا جاتا ہے جو صرف علاقائی تعصب کی بنیاد پر سلطنتِ عثمانیہ سے بغاوت کر رہے تھے' جس کے پیچھے بھی دشمن کا ہاتھ لارنس آف عریبیہ اور ہمفرے کی صورت میں موجود تھا۔

خلافت کو ختم کرنے کے لیے دشمنوں نے جتنی کوششیں کیں ان کا اصل مقصد دنیا میں جمہوریت کا قیام یا انسانیت کو عدل و انصاف مہیا کرنا نہیں تھا بلکہ پوری دنیا پر اپنی بالادستی قائم کرنا تھا۔ اس کے لیے ان کو ایک ایسے نظام کی ضرورت تھی جو بظاہر بڑا دل فریب ہو' لیکن مقاصد اس گروہ کے پورے کر رہا ہو جس کے پنجے میں اب پوری دنیا ہے۔ درحقیقت پوری دنیا پر سرمایہ دارانہ نظام کا غلبہ مقصود تھا۔ (باقی صفحہ 81 پر)

ڈاکٹر اسرار احمد

سُوْرَۃُ عَبَسَ

تمہیدی کلمات

سورۂ عبس کی ابتدائی آیات میں ایک خاص واقعہ کا ذکر ہے۔ سیرت کی کتابوں میں یہ واقعہ یوں بیان ہوا ہے کہ ایک موقع پر حضورﷺ کے پاس قریش کے چند بڑے سردار (عتبہ‘ شیبہ‘ ابوجہل‘ اُمیہ بن خلف‘ ولید بن مغیرہ اور عباس بن عبدالمطلب وغیرہ) بیٹھے تھے اور آپؐ ان کو اسلام قبول کرنے پر آمادہ کرنے کی کوشش فرما رہے تھے۔ عین اُس وقت جب آپؐ ان سے محوِ گفتگو تھے ایک نابینا صحابی عبداللہ بن اُمّ مکتوم ؓ وہاں آئے اور آدابِ مجلس کی رعایت کیے بغیر آپؐ کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کوشش کی۔ وہ عرض کر رہے تھے: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ، اَرْشِدْنِیْ ’’یارسول اللہ! مجھے سیدھا راستہ بتایئے‘‘۔ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ عَلِّمْنِیْ مِمَّا عَلَّمَکَ اللّٰہُ ’’یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جو علم آپ کو سکھایا ہے اس میں سے مجھے بھی سکھایئے‘‘۔ چاہیے تو یہ تھا کہ وہ صورتِ حال کو سمجھتے اور آپؐ کی گفتگو ختم ہونے کا انتظار کرتے۔ ظاہر ہے وہ دیکھ تو نہیں سکتے تھے لیکن سن تو سکتے تھے کہ حضورﷺ گفتگو میں مصروف ہیں۔ بہرحال انؓ کی بار بار خلل اندازی کی وجہ سے آپﷺ کے چہرۂ انور پر کچھ ناگواری کے آثار نمایاں ہوئے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ بعض لوگوں نے محض یہ سمجھتے ہوئے ان آیات کی تاویلات تلاش کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضورﷺ کے مقامِ رفیع کی مناسبت سے ایسا ممکن ہی نہیں۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ واقعہ بالکل اسی طرح سے پیش آیا تھا جس طرح یہاں ان آیات میں مذکور ہے۔

اس معاملے کی اصل حقیقت اور منطق کو سمجھنے کے لیے بنیادی طور پر یہ نکتہ مدّنظر رکھنا ضروری ہے کہ حضورﷺ اپنے فرائضِ رسالت کی ادائیگی کے لیے منصوبہ بندی کرتے ہوئے ہر وہ طریقہ اور راستہ اختیار فرمانے کی کوشش میں رہتے تھے جو انسانی دائرۂ اختیار کی حد تک بہتر سے

بہتر ہوتا۔ اب ظاہر ہے عرب کے قبائلی معاشرے میں دعوت وتبلیغ کے کام کو آگے بڑھانے کا مؤثر ترین طریقہ اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا تھا کہ اہم قبائل کی سرکردہ شخصیات کو اسلام کی طرف راغب کیا جائے۔ چنانچہ اس مقصد کے لیے حضورﷺ مسلسل کوشش بھی کرتے‘ سردارانِ قریش کو مختلف انداز سے بار بار دعوت بھی دیتے اور دعا بھی فرماتے۔ آپؐ کے نزدیک یہ معاملہ اس حد تک اہم تھا کہ ایک مرتبہ آپؐ نے جھولی پھیلا کر بہت ہی غیر معمولی انداز میں دعا کی تھی کہ اے اللہ! عمر بن خطاب اور عمرو بن ہشام (ابوجہل) میں سے کسی ایک کے ذریعے اسلام کو تقویت عطا فرما! ظاہر ہے معاشرے کے سرکردہ لوگوں میں سے اگر کوئی شخص ایمان لے آتا تو وہ اکیلا عوام الناس کے سینکڑوں افراد سے زیادہ اہم ہوتا۔ ایسی کسی شخصیت کی وجہ سے مجموعی طور پر اسلامی تحریک کو بھی تقویت ملتی اور مکّہ کے ان نادار اور بے سہارا اہلِ ایمان کے مصائب میں بھی ضرور کچھ کمی واقع ہوتی جنہیں اس دور میں دن رات تشدد کا نشانہ بنایا جا رہا تھا۔ چنانچہ اسی بنیاد پر حضورﷺ مکّہ کے صاحبِ حیثیت لوگوں سے اپنی دعوتی ملاقاتوں کو خصوصی اہمیت دیتے تھے اور مذکورہ واقعہ کے وقت بھی آپؐ نے اسی وجہ سے سردارانِ قریش کے ساتھ اپنی گفتگو کو اہم خیال فرمایا۔ اس کے علاوہ اس معاملے کا ایک منطقی اور فطری پہلو یہ بھی ہے کہ ایسے مواقع پر بعض اوقات اپنوں کے مقابلے میں باہر کے لوگوں کو اس لیے بھی ترجیح دے دی جاتی ہے کہ وہ تو اپنے ہیں‘ وہ ساری صورتِ حال کو سمجھتے ہیں اور اس وجہ سے وہ اپنے آپ کو نظرانداز کیے جانے پر بُرا نہیں منائیں گے۔

بہرحال نبی بھی آخر انسان ہوتا ہے اور اگر انسانی نفسیات وجذبات کے اعتبار سے دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ مذکورہ واقعہ پر حضورﷺ کا ردِّعمل بالکل فطری تھا اور یہ بھی کہ آپ کا یہ ردِّعمل اعلیٰ تر مقصد کے لیے تھا۔ پھر اس معاملے کو حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْن کے تناظر میں بھی دیکھنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں جتنا بلند کسی کا مقام ہوتا ہے اس کے لیے کردار وعمل کا معیار بھی اسی نسبت سے اعلیٰ رکھا جاتا ہے۔

ان آیات کے بارے میں حضورﷺ نے خود بھی ’’عتاب‘‘ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ روایات میں آتا ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد جب بھی حضرت عبداللہ بن اُمّ مکتوم ؓ آپؐ کے پاس حاضر ہوتے تو آپؐ انہیں مخاطب کر کے فرماتے: ((مَرْحَبًا بِمَنْ عَاتَبَنِیْ فِیْهِ رَبِّیْ))(۱)

۱۔ علوم القرآن‘ اسباب النزول‘ ابوالحسن علی بن احمد بن محمد بن علی الواحدی۔

"مرحبا اس شخص کے لیے جس کے معاملے میں میرے رب نے مجھ پر عتاب فرمایا"۔ بہرحال اس واقعہ سے متعلق اگر مذکورہ تمام پہلوؤں کو مدنظر رکھا جائے تو سارا معاملہ آسانی سے سمجھ میں آجاتا ہے اور متعلقہ آیات کی تاویل ڈھونڈنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

عَبَسَ وَ تَوَلّٰۤی ۙ﴿۱﴾ اَنۡ جَآءَہُ الۡاَعۡمٰی ؕ﴿۲﴾ وَ مَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّہٗ
یَزَّکّٰۤی ۙ﴿۳﴾ اَوۡ یَذَّکَّرُ فَتَنۡفَعَہُ الذِّکۡرٰی ؕ﴿۴﴾ اَمَّا مَنِ اسۡتَغۡنٰی ۙ﴿۵﴾
فَاَنۡتَ لَہٗ تَصَدّٰی ؕ﴿۶﴾ وَ مَا عَلَیۡکَ اَلَّا یَزَّکّٰی ؕ﴿۷﴾ وَ اَمَّا مَنۡ
جَآءَکَ یَسۡعٰی ۙ﴿۸﴾ وَ ہُوَ یَخۡشٰی ۙ﴿۹﴾ فَاَنۡتَ عَنۡہُ تَلَہّٰی ۚ﴿۱۰﴾ کَلَّاۤ اِنَّہَا
تَذۡکِرَۃٌ ۚ﴿۱۱﴾ فَمَنۡ شَآءَ ذَکَرَہٗ ۘ﴿۱۲﴾ فِیۡ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ ۙ﴿۱۳﴾ مَّرۡفُوۡعَۃٍ
مُّطَہَّرَۃٍۭ ۙ﴿۱۴﴾ بِاَیۡدِیۡ سَفَرَۃٍ ۙ﴿۱۵﴾ کِرَامٍۭ بَرَرَۃٍ ؕ﴿۱۶﴾ قُتِلَ الۡاِنۡسَانُ
مَاۤ اَکۡفَرَہٗ ؕ﴿۱۷﴾ مِنۡ اَیِّ شَیۡءٍ خَلَقَہٗ ؕ﴿۱۸﴾ مِنۡ نُّطۡفَۃٍ ؕ خَلَقَہٗ
فَقَدَّرَہٗ ۙ﴿۱۹﴾ ثُمَّ السَّبِیۡلَ یَسَّرَہٗ ۙ﴿۲۰﴾ ثُمَّ اَمَاتَہٗ فَاَقۡبَرَہٗ ۙ﴿۲۱﴾ ثُمَّ اِذَا
شَآءَ اَنۡشَرَہٗ ؕ﴿۲۲﴾ کَلَّا لَمَّا یَقۡضِ مَاۤ اَمَرَہٗ ؕ﴿۲۳﴾ فَلۡیَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ اِلٰی
طَعَامِہٖۤ ۙ﴿۲۴﴾ اَنَّا صَبَبۡنَا الۡمَآءَ صَبًّا ۙ﴿۲۵﴾ ثُمَّ شَقَقۡنَا الۡاَرۡضَ شَقًّا ۙ﴿۲۶﴾
فَاَنۡۢبَتۡنَا فِیۡہَا حَبًّا ۙ﴿۲۷﴾ وَّ عِنَبًا وَّ قَضۡبًا ۙ﴿۲۸﴾ وَّ زَیۡتُوۡنًا وَّ نَخۡلًا ۙ﴿۲۹﴾ وَ
حَدَآئِقَ غُلۡبًا ۙ﴿۳۰﴾ وَّ فَاکِہَۃً وَّ اَبًّا ۙ﴿۳۱﴾ مَّتَاعًا لَّکُمۡ وَ لِاَنۡعَامِکُمۡ ؕ﴿۳۲﴾
فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّۃُ ۫﴿۳۳﴾ یَوۡمَ یَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِیۡہِ ۙ﴿۳۴﴾ وَ اُمِّہٖ وَ
اَبِیۡہِ ۙ﴿۳۵﴾ وَ صَاحِبَتِہٖ وَ بَنِیۡہِ ؕ﴿۳۶﴾ لِکُلِّ امۡرِیًٔ مِّنۡہُمۡ یَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ
یُّغۡنِیۡہِ ؕ﴿۳۷﴾ وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ مُّسۡفِرَۃٌ ۙ﴿۳۸﴾ ضَاحِکَۃٌ مُّسۡتَبۡشِرَۃٌ ۚ﴿۳۹﴾ وَ
وُجُوۡہٌ یَّوۡمَئِذٍ عَلَیۡہَا غَبَرَۃٌ ۙ﴿۴۰﴾ تَرۡہَقُہَا قَتَرَۃٌ ؕ﴿۴۱﴾ اُولٰٓئِکَ ہُمُ
الۡکَفَرَۃُ الۡفَجَرَۃُ ﴿۴۲﴾

آیت ۱ ﴿عَبَسَ وَتَوَلّٰۤی ﴿۱﴾﴾ "تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔"

یعنی حضرت عبداللہؓ کی بار بار خلل اندازی پر حضور ﷺ کے چہرۂ انور پر ناگواری کے

آثار نمایاں ہوئے اور آپؐ نے چہرۂ مبارک دوسری طرف کر لیا۔

آیت ۲ ﴿اَنۡ جَآءَہُ الۡاَعۡمٰی ﴿۲﴾﴾ "اس بات پر کہ آیا اُنؐ کے پاس وہ نابینا۔"

آیت ۳ ﴿وَمَا یُدۡرِیۡکَ لَعَلَّہٗ یَزَّکّٰۤی ﴿۳﴾﴾ "اور (اے نبی ﷺ) آپ کو کیا معلوم شاید کہ وہ تزکیہ حاصل کرتا۔"

ممکن ہے آپؐ کی گفتگو سے استفادہ کر کے وہ بلند درجات تک پہنچ جاتا۔

آیت ۴ ﴿اَوۡ یَذَّکَّرُ فَتَنۡفَعَہُ الذِّکۡرٰی ﴿۴﴾﴾ "یا وہ نصیحت حاصل کرتا اور وہ نصیحت اُس کے لیے مفید ہوتی۔"

آیت ۵ ﴿اَمَّا مَنِ اسۡتَغۡنٰی ﴿۵﴾﴾ "لیکن وہ جو بے نیازی دکھاتا ہے۔"

ایک ایسا شخص جو آپؐ کی بات سننے کو تیار نہیں ہے۔

آیت ۶ ﴿فَاَنۡتَ لَہٗ تَصَدّٰی ﴿۶﴾﴾ "آپؐ اُس کی تو فکر میں رہتے ہیں۔"

آیت ۷ ﴿وَمَا عَلَیۡکَ اَلَّا یَزَّکّٰی ﴿۷﴾﴾ "حالانکہ اگر وہ پاکی اختیار نہیں کرتا تو آپؐ پر کوئی الزام نہیں۔"

آیت ۸ ﴿وَاَمَّا مَنۡ جَآءَکَ یَسۡعٰی ﴿۸﴾﴾ "اور وہ جو آپؐ کے پاس دوڑتا ہوا آیا ہے۔"

آیت ۹ ﴿وَہُوَ یَخۡشٰی ﴿۹﴾﴾ "اور اُس کے دل میں خشیت بھی ہے۔"

آیت ۱۰ ﴿فَاَنۡتَ عَنۡہُ تَلَہّٰی ﴿۱۰﴾﴾ "تو اُس سے آپؐ استغناء برت رہے ہیں۔"

آیت ۱۱ ﴿کَلَّاۤ اِنَّہَا تَذۡکِرَۃٌ ﴿۱۱﴾﴾ "ایسا ہرگز نہ کیجیے' یہ تو ایک یاد دہانی ہے۔"

آیت ۱۲ ﴿فَمَنۡ شَآءَ ذَکَرَہٗ ﴿۱۲﴾﴾ "تو جو چاہے اس سے نصیحت اخذ کر لے۔"

آپ ان لوگوں کے پیچھے خود کو ہلکان نہ کریں' اگر ابوجہل اور ابولہب اس ہدایت سے مستفید نہیں ہونا چاہتے تو نہ ہوں' آپ بھی ان کی پروا نہ کریں۔ یہ مضمون قرآن مجید میں بہت تکرار کے ساتھ آیا ہے۔ جیسے سورۃ الکہف میں فرمایا گیا:

﴿وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَدۡعُوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَدٰوۃِ وَالۡعَشِیِّ یُرِیۡدُوۡنَ وَجۡہَہٗ وَلَا تَعۡدُ عَیۡنٰکَ عَنۡہُمۡ ۚ تُرِیۡدُ زِیۡنَۃَ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ وَلَا تُطِعۡ مَنۡ اَغۡفَلۡنَا قَلۡبَہٗ عَنۡ ذِکۡرِنَا وَاتَّبَعَ ہَوٰىہُ وَکَانَ اَمۡرُہٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾﴾

''اور اپنے آپ کو روکے رکھیے اُن لوگوں کے ساتھ جو اپنے رب کو پکارتے ہیں صبح و شام' وہ اللہ کی رضا کے طالب ہیں اور آپ کی نگاہیں ان سے ہٹنے نہ پائیں' (جس سے لوگوں کو یہ گمان ہونے لگے کہ) آپ دُنیوی زندگی کی آرائش وزیبائش چاہتے ہیں! اور مت کہنا مانیے ایسے شخص کا جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جو اپنی خواہشات کے پیچھے پڑا ہے اور اس کا معاملہ حد سے متجاوز ہو چکا ہے۔''

ظاہر بات ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا سردارانِ قریش کی طرف التفات (معاذ اللہ' ثم معاذ اللہ!) کسی ذاتی غرض کی وجہ سے تو نہیں تھا' بلکہ آپ اسلام کی تقویت کے لیے ان کے قبولِ اسلام کے آرزومند تھے ___ لیکن ان کی موجودگی میں اپنے کسی ساتھی سے بے اعتنائی لوگوں کو اس غلط فہمی میں مبتلا کر سکتی تھی کہ آپ ان لوگوں کی دولت و ثروت کی وجہ سے ان کی طرف ملتفت ہیں اور اپنے نادار ساتھیوں سے مغائرت برت رہے ہیں۔

اگلی آیات عظمتِ قرآن کے ذکر کے حوالے سے پورے قرآن میں منفرد اور ممتاز حیثیت کی حامل ہیں۔ سیاق وسباق کے حوالے سے دیکھا جائے تو ان آیات کے بین السطور میں یہ پیغام بھی ہے کہ اے نبی ﷺ! آپ فریضۂ رسالت کی ادائیگی کے لیے ان ''بڑے لوگوں'' کے پیچھے اپنے آپ کو جس انداز میں ہلکان کر رہے ہیں اور یہ لوگ جس ''بے نیازی'' سے قرآن کو نظر انداز کر رہے ہیں اس سے قرآن کے استخفاف کا پہلو بھی نکلتا ہے۔ لہٰذا آپ ان لوگوں کے پیچھے پڑ کر انہیں دعوت مت دیں۔ ظاہر ہے یہ پیغام قیامت تک کے داعیانِ حق کے لیے بھی ہے۔ اس ضمن میں سمجھنے کا اصل نکتہ یہ ہے کہ گو معاشرے کے صاحبِ حیثیت لوگوں کا کسی جماعت میں شامل ہونا اس جماعت کے مشن کی ترویج و ترقی کے لیے بہت مفید ہے' لیکن ایسے لوگوں کو خصوصی اہتمام سے دعوت دینے اور پھر خصوصی اہتمام سے اپنی جماعت میں خوش آمدید کہنے کا انداز ایسا نہیں ہونا چاہیے جس سے اپنے ''نظریے'' کی بے توقیری کا تاثر ملے یا پرانے کارکنوں کے دلوں میں مغائرت کا احساس پیدا ہو۔ لہٰذا کسی بھی جماعت کے امیر کے لیے اصولوں پر سمجھوتہ کیے بغیر صاحبِ حیثیت لوگوں کو اپنی جماعت کی طرف راغب کرنے کی کوشش دراصل اس پُل صراط پر چلنے کے مترادف ہے جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ بال سے باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے خودداری اور تکبّر کے درمیان یا خوش اخلاقی اور خوشامد کے مابین بہت باریک سا فرق ہے' لیکن اگر کوئی انسان اس باریک سے فرق کو ملحوظ نہ رکھے تو اس کی ایک

بہت اعلیٰ صفت کو لوگ اس کی بہت بڑی خامی پر بھی محمول کر سکتے ہیں۔ لہٰذا حکمتِ تبلیغ کا تقاضا یہی ہے کہ ایسے حساس فرض کی ادائیگی دو انتہاؤں کے درمیان رہتے ہوئے بہت محتاط انداز میں سرانجام دی جائے۔

آیت ۱۳ ﴿فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ ﴿۱۳﴾﴾ ''(یہ قرآن) ایسے صحیفوں میں (درج ہے) جو باعزّت ہیں۔''

یہ مضمون مختلف انداز اور مختلف الفاظ میں قرآن حکیم کے متعدد مقامات پر آیا ہے۔ سورۃ الزخرف میں فرمایا گیا: ﴿وَاِنَّهٗ فِیْۤ اُمِّ الْکِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ ﴿۴﴾﴾ ''اور یہ اُمّ الکتاب میں ہے ہمارے پاس بہت بلند و بالا' بہت حکمت والی!'' سورۃ الواقعہ میں ارشاد ہوا کہ یہ قرآن ایک مخفی کتاب میں درج ہے: ﴿اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ کَرِیْمٌ ﴿۷۷﴾ فِیْ کِتٰبٍ مَّکْنُوْنٍ ﴿۷۸﴾﴾ ''یقیناً یہ بہت عزّت والا قرآن ہے۔ ایک چھپی ہوئی کتاب میں ہے''۔ پھر سورۃ البروج میں فرمایا گیا: ﴿بَلْ هُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ ﴿۲۱﴾ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ ﴿۲۲﴾﴾ ''بلکہ یہ تو قرآن ہے بہت عزّت والا' لوحِ محفوظ میں''۔ بہر حال اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ اصل قرآن مجید اللہ تعالیٰ کے ہاں ایک خاص مقام پر محفوظ ہے۔ صحفِ مکرمہ' اُمّ الکتاب' کتابِ مکنون اور لوحِ محفوظ اسی مقامِ خاص کے مختلف نام ہیں۔

آیت ۱۴ ﴿مَّرْفُوْعَۃٍ مُّطَهَّرَۃٍۭ ﴿۱۴﴾﴾ ''بلند و بالا' نہایت پاک۔''

آیت ۱۵ ﴿بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ ﴿۱۵﴾﴾ ''ان لکھنے والوں کے ہاتھوں میں۔''

آیت ۱۶ ﴿کِرَامٍۭ بَرَرَۃٍ ﴿۱۶﴾﴾ ''جو بڑے معزز اور نیک ہیں۔''

اس سے ملتی جلتی بات ہم سورۃ الواقعہ کی اس آیت میں بھی پڑھ آئے ہیں: ﴿لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ﴿۷۹﴾﴾ ''اسے چھو نہیں سکتے مگر وہی جو بالکل پاک ہیں''۔ مراد یہ ہے کہ قرآن مجید کا مقام بہت بلند ہے۔ تو اے نبی (ﷺ) آپ قرآن مجید کے مقام اور مرتبے کو ملحوظ رکھتے ہوئے ان لوگوں سے معاملہ کیجیے اور جو شخص قرآن مجید سے اعراض کرتا ہے' آپ بھی اس کو منہ نہ لگائیے۔ ان کے مقابلے میں آپ زیادہ توجہ ان لوگوں پر دیجیے جو ہدایت کی تلاش میں آپ کے پاس چل کر خود آتے ہیں۔

آیت ۱۷ ﴿قُتِلَ الْاِنْسَانُ مَاۤ اَکْفَرَهٗ ﴿۱۷﴾﴾ ''ہلاک ہو جائے انسان' یہ کس قدر

ناشکرا ہے!‘‘

آیت ۱۸ ﴿مِنۡ اَیِّ شَیۡءٍ خَلَقَهٗ ﴿۱۸﴾﴾ ’’(ذرا سوچے کہ) کس چیز سے اللہ نے اسے پیدا کیا ہے؟‘‘

آیت ۱۹ ﴿مِنۡ نُّطۡفَةٍ ؕ﴾ ’’ایک بوند سے۔‘‘

﴿خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ﴿۱۹﴾﴾ ’’اُس نے اسے پیدا کیا اور اس کا ایک اندازہ مقرر کر دیا۔‘‘

’’اندازے‘‘ سے مراد یہاں ہر انسان کا ’’شاکلہ‘‘ ہے‘ جس کا ذکر سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۸۴ میں آیا ہے۔ انسان کا شاکلہ دراصل اس کی فطری یا جبلی خصوصیات اور اس کے ماحول کے اس کی شخصیت پر مرتّب ہونے والے اثرات کے مجموعے سے تشکیل پاتا ہے۔ یعنی ہر انسان کی وہ شخصیت جو اسے پیدائشی طور پر جینز (genes) کی صورت میں اپنے والدین کی طرف سے ملتی ہے‘ عملی زندگی میں آ کر اپنے ماحول کے مخصوص اثرات کی وجہ سے ایک خاص ’’قالب‘‘ میں ڈھل جاتی ہے۔ انسانی شخصیت کے اسی قالب کو اس انسان کا شاکلہ کہا جائے گا۔ (مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو تشریح آیت ۸۴‘ سورۂ بنی اسرائیل)

آیت ۲۰ ﴿ثُمَّ السَّبِیۡلَ یَسَّرَهٗ ﴿۲۰﴾﴾ ’’پھر آسان کر دیا اس پر راستہ۔‘‘

یعنی اللہ تعالیٰ نے انسان کو دنیا میں ایسا ماحول فراہم کیا ہے اور اسے ایسی سہولیات سے نوازا ہے جس کی وجہ سے دنیا میں زندگی بسر کرنا اس کے لیے بہت آسان ہو گیا ہے۔ اس آیت کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ ماں کے پیٹ سے انسان کے دنیا میں آنے کا راستہ اللہ تعالیٰ نے آسان کر دیا ہے۔ یعنی وضعِ حمل کا بظاہر انتہائی پیچیدہ اور مشکل مرحلہ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے آسان ہو گیا ہے۔

آیت ۲۱ ﴿ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقۡبَرَهٗ ﴿۲۱﴾﴾ ’’پھر اس پر موت وارد کی اور اسے قبر میں داخل کر دیا۔‘‘

آیت ۲۲ ﴿ثُمَّ اِذَا شَآءَ اَنۡشَرَهٗ ﴿۲۲﴾﴾ ’’پھر جب وہ چاہے گا اسے اٹھا کھڑا کرے گا۔‘‘

دراصل یہاں بتانا یہ مقصود ہے کہ جس ہستی نے انسان کی تخلیق اور اس کی زندگی سے متعلق یہ سب کچھ کیا ہے اس کے لیے انسان کو دوبارہ اٹھانا کیا مشکل ہے۔ چنانچہ اگر انسان خود اپنی تخلیق کے پورے عمل پر غور کر لے تو اس کے پاس بعث بعد الموت سے انکار کا کوئی جواز نہیں رہ جاتا۔

آیت ۲۳ ﴿کَلَّا لَمَّا یَقۡضِ مَاۤ اَمَرَهٗ ﴿۲۳﴾﴾ ’’نہیں! اس نے تا حال وہ بات پوری نہیں کی جس کا اللہ نے اسے حکم دیا تھا۔‘‘

آیت ۲۴ ﴿فَلۡیَنۡظُرِ الۡاِنۡسَانُ اِلٰی طَعَامِهٖۤ ﴿۲۴﴾﴾ ’’تو انسان ذرا اپنے کھانے ہی کو دیکھ لے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں اگر پھر بھی کسی کو شک ہو تو وہ اپنی غذا پر ہی غور کر لے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پیدا کرنے کے بعد کس انداز میں اس کی غذا کا انتظام کیا ہے۔

آیت ۲۵ ﴿اَنَّا صَبَبۡنَا الۡمَآءَ صَبًّا ﴿۲۵﴾﴾ ’’کہ ہم نے آسمان سے پانی برسایا جیسے کہ برسایا جاتا ہے۔‘‘

آیت ۲۶ ﴿ثُمَّ شَقَقۡنَا الۡاَرۡضَ شَقًّا ﴿۲۶﴾﴾ ’’پھر ہم نے زمین کو پھاڑا جیسے کہ وہ پھٹتی ہے۔‘‘

زمین پھٹتی ہے اور اس میں سے کونپلیں برآمد ہوتی ہیں‘ جو رفتہ رفتہ پورے پودے بلکہ تناور درخت کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔

آیت ۲۷ ﴿فَاَنۡۢبَتۡنَا فِیۡهَا حَبًّا ﴿۲۷﴾﴾ ’’پھر ہم نے اُگا دیے اس میں اناج۔‘‘

آیت ۲۸ ﴿وَّ عِنَبًا وَّ قَضۡبًا ﴿۲۸﴾﴾ ’’اور انگور اور مختلف ترکاریاں۔‘‘

آیت ۲۹ ﴿وَّ زَیۡتُوۡنًا وَّ نَخۡلًا ﴿۲۹﴾﴾ ’’اور زیتون اور کھجوریں۔‘‘

آیت ۳۰ ﴿وَّ حَدَآئِقَ غُلۡبًا ﴿۳۰﴾﴾ ’’اور بڑے گھنے باغات۔‘‘

آیت ۳۱ ﴿وَّ فَاکِهَةً وَّ اَبًّا ﴿۳۱﴾﴾ ’’اور میوے اور چارہ۔‘‘

آیت ۳۲ ﴿مَّتَاعًا لَّکُمۡ وَ لِاَنۡعَامِکُمۡ ﴿۳۲﴾﴾ ’’ضرورت کا سامان تمہارے لیے بھی اور تمہارے مویشیوں کے لیے بھی۔‘‘

یہ آیت ہو بہو سورۃ النّازعات میں (آیت ۳۳ کے طور پر) بھی آ چکی ہے۔ جوڑا ہونے کے اعتبار سے ان دونوں سورتوں کے مضمون اور اسلوب میں بہت مشابہت پائی جاتی ہے۔

آیت ۳۳ ﴿فَاِذَا جَآءَتِ الصَّآخَّةُ ﴿۳۳﴾﴾ ’’تو جب وہ آ جائے گی کان پھوڑنے والی (آواز)۔‘‘

یعنی جب قیامت برپا کرنے کے لیے صور میں پھونکا جائے گا تو اس کی آواز سے کان پھٹ جائیں گے۔ اس آیت کی مشابہت سورۃ النازعات کی اس آیت سے ہے: ﴿فَاِذَا جَآءَتِ الطَّآمَّةُ الْكُبْرٰى ﴿٣٤﴾﴾ ”پھر جب وہ آ جائے گا بڑا ہنگامہ۔“

آیت ۳۴ ﴿يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ﴿٣٤﴾﴾ ”اُس دن بھاگے گا انسان اپنے بھائی سے۔“

آیت ۳۵ ﴿وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ﴿٣٥﴾﴾ ”اور اپنی ماں سے اور اپنے باپ سے۔“

آیت ۳۶ ﴿وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ﴿٣٦﴾﴾ ”اور اپنی بیوی سے اور اپنے بیٹوں سے۔“

آیت ۳۷ ﴿لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ ﴿٣٧﴾﴾ ”اُس دن ان میں سے ہر شخص کو ایسی فکر لاحق ہوگی جو اسے (ہر ایک سے) بے پروا کر دے گی۔“

اُس دن ہر انسان نفسانفسی کی کیفیت میں ہوگا۔ ہر انسان کو اپنی پریشانی کی وجہ سے اپنے عزیز ترین رشتوں سمیت کسی دوسرے کی کوئی پروا نہیں ہوگی۔

آیت ۳۸ ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ مُّسْفِرَةٌ ﴿٣٨﴾﴾ ”کچھ چہرے اُس دن روشن ہوں گے۔“

یہ مضمون اس سے پہلے سورۃ القیامہ کی ان آیات میں بھی آ چکا ہے: ﴿وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ ﴿٢٢﴾ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ﴿٢٣﴾ وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍۢ بَاسِرَةٌ ﴿٢٤﴾ تَظُنُّ اَنْ يُّفْعَلَ بِهَا فَاقِرَةٌ ﴿٢٥﴾﴾ ”بہت سے چہرے اُس دن تروتازہ ہوں گے‘ وہ اپنے رب کی طرف دیکھتے ہوں گے۔ اور بہت سے چہرے اُس روز اُترے ہوئے ہوں گے۔ ان کو یقین ہوگا کہ اب ان کے ساتھ کمر توڑ سلوک ہوگا۔“

آیت ۳۹ ﴿ضَاحِكَةٌ مُّسْتَبْشِرَةٌ ﴿٣٩﴾﴾ ”مسکراتے ہوئے خوش وخرم۔“

آیت ۴۰ ﴿وَوُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ عَلَيْهَا غَبَرَةٌ ﴿٤٠﴾﴾ ”اور کچھ چہرے اُس دن غبار آلود ہوں گے۔“

آیت ۴۱ ﴿تَرْهَقُهَا قَتَرَةٌ ﴿٤١﴾﴾ ”ان پر سیاہی چھائی ہوئی ہوگی۔“

آیت ۴۲ ﴿اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكَفَرَةُ الْفَجَرَةُ ﴿٤٢﴾﴾ ”یہی ہوں گے وہ کافر اور فاجر لوگ۔“

یہ وہ لوگ ہوں گے جو دنیا میں اپنے نفس کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدود کو لائقِ اعتناء نہیں سمجھتے تھے۔ ❁❁❁

مسلمان: زیرِ عتاب کیوں؟

پروفیسر محمد یونس جنجوعہ

رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ کو اہلِ ایمان کے لیے اُسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے۔ آپؐ کی زندگی چلتا پھرتا قرآن تھی۔ آپؐ قرآن کے ہر حکم پر کاربند تھے۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ کے بیان کے مطابق آپ ﷺ کی شخصیت سراپا قرآن تھی۔ امام مالک بن انس ؒ مرسلاً روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((تَرَكْتُ فِيْكُمْ اَمْرَيْنِ، لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ)) (موطا) ”میں تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں‘ اگر تم ان پر عمل پیرا رہے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے: اللہ کی کتاب اور اُس کے رسول کی سُنّت۔“ مسلمانوں نے جب تک قرآن وسُنّت کو اپنا راہ نما بنایا‘ دنیا میں معزز اور محترم رہے مگر جب خواہش نفس پر عمل کرنے لگے‘ اللہ اور رسول ﷺ کی اطاعت کو چھوڑ بیٹھے تو عذابِ الٰہی کے مستحق ٹھہرے۔

اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اگر آج بھی مسلمان ہر معاملے میں کتاب وسُنّت کو اپنا راہ نما بنا لیں تو ذلت ونکبت سے نکل کر عزت وعظمت حاصل کر سکتے ہیں۔ مسلمان معاشرہ نیک وبد میں تمیز چھوڑ بیٹھا ہے‘ جس کے نتیجے میں اس پر ذلت وخواری چھا گئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے شکوہ کریں گے: ﴿يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾﴾ (الفرقان) ”اے ربّ! میری قوم نے اس قرآن کو پسِ پشت ڈال دیا تھا۔“

آج کے مسلمانوں کی چند ایک نافرمانیاں ملاحظہ ہوں:

سودی معیشت

سودی لین دین سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۠ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ

لَعَلَّكُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۳۰﴾ (آل عمران)

’’اے اہلِ ایمان! سود مت کھاؤ دگنا چوگنا بڑھتا ہوا اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم فلاح پاؤ۔‘‘

مزید ارشاد ہوا:

﴿اَلَّذِيۡنَ يَاۡكُلُوۡنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوۡمُوۡنَ اِلَّا كَمَا يَقُوۡمُ الَّذِىۡ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيۡطٰنُ مِنَ الۡمَسِّ‌ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ قَالُوۡۤا اِنَّمَا الۡبَيۡعُ مِثۡلُ الرِّبٰوا‌ ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الۡبَيۡعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا‌ؕ﴾ (البقرۃ:۲۷۵)

’’جو لوگ سود کھاتے ہیں‘ نہیں اٹھیں گے قیامت کو مگر جس طرح اٹھتا ہے وہ شخص جس کے حواس کھو دیے ہوں جن نے لپٹ کر۔ یہ حالت ان کی اس واسطے ہوگی کہ انہوں نے کہا کہ سوداگری بھی تو ایسی ہی ہے جیسے سود لینا۔ حالانکہ اللہ نے حلال کیا ہے سوداگری کو اور حرام کیا ہے سود کو۔‘‘

سود نہ چھوڑنے کی وعید اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ کے ساتھ سنائی ہے:

﴿فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ‌ ۚ﴾ (البقرۃ:۲۷۹)

’’اور اگر تم (سود) نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اُس کے رسول سے۔‘‘

اس کے باوجود ہمارے ہاں سودی کاروبار علی الاعلان ہو رہا ہے اور اسے حکومتی سرپرستی بھی حاصل ہے۔ کیا یہ عمل اللہ تعالیٰ کے غضب کو دعوت دینے کے مترادف نہیں؟

قتلِ ناحق

ناحق قتل کی برائی بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ فِى الۡاَرۡضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيۡعًا ؕ﴾ (المائدۃ:۳۲)

’’جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلاعوض جان کے یا بغیر فساد کرنے کے ملک میں تو گویا قتل کر ڈالا اس نے سب لوگوں کو۔‘‘

آج معمولی معمولی باتوں پر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو قتل کر رہا ہے۔ حدیث کی پیشین گوئی کے مطابق ایسا بھی ہو رہا ہے کہ قاتل کو نہیں پتا کہ وہ کیوں قتل کر رہا ہے اور مقتول نہیں جانتا کہ اسے کیوں قتل کیا جا رہا ہے۔

رزقِ حرام

رزقِ حلال کی اہمیت جتاتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَاۡكُلُوۡۤا اَمۡوَالَكُمۡ بَيۡنَكُمۡ بِالۡبَاطِلِ﴾ (النساء:۲۹)

’’اے ایمان والو! نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق۔‘‘

مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ حلال روزی کمائے۔ لین دین میں دھوکا دہی اور جھوٹ نہ ہو۔ دوسروں کے ساتھ اس کا برتاؤ اعلیٰ اخلاق کا آئینہ دار ہو۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں بااثر لوگ بے سہارا لوگوں کے مال پر ناجائز قبضہ کر رہے ہیں۔ یہ طرزِ عمل یقیناً فساد فی الارض کا باعث ہے اور اللہ کے غضب کو دعوت دینے والی بات ہے۔

جھوٹی گواہی

اللہ تعالیٰ نے جھوٹی گواہی سے منع کیا ہے۔ قرآن حکیم میں تو ’’عباد الرحمٰن‘‘ کی یہ صفت بتائی گئی ہے کہ:

﴿وَالَّذِيۡنَ لَا يَشۡهَدُوۡنَ الزُّوۡرَ﴾ (الفرقان:۷۲)

’’اور وہ لوگ جو جھوٹ پر گواہ نہیں بنتے۔‘‘

جب گواہ جھوٹ بولے گا تو انصاف کیسے ہوگا؟ پھر یہ کہ ہمارا عدالتی نظام اسلامی قانون کے مطابق نہیں بلکہ غیروں کے قانون کے مطابق چل رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَمَنۡ لَّمۡ يَحۡكُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡكٰفِرُوۡنَ ﴿۴۴﴾ ... هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۴۵﴾ ... هُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ ﴿۴۷﴾﴾ (المائدہ)

’’اور جو اللہ کی اُتاری ہوئی شریعت کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہی تو کافر ہیں...... وہی تو ظالم ہیں...... وہی تو فاسق ہیں۔‘‘

ایک عدالت سال ہا سال کی کارروائی کے بعد قتل کے مقدمہ میں جرم ثابت ہونے پر ایک شخص کو سزائے موت کا حکم سناتی ہے۔ مجرم صدرِ مملکت کے حضور رحم کی اپیل کرتا ہے اور وہ اُسے معاف کر دیتا ہے۔ شریعت میں صدرِ مملکت کو یہ اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ قاتل کو معاف کر دے۔ یہ اقدام اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث اور اس کے عذاب کا موجب ہے۔

فرقہ بندی

مسلمان فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ ہر فرقہ دوسرے فرقے کا دشمن ہے اور اس کے افراد کو قتل کرنا جائز سمجھتا ہے‘ حالانکہ وہ بھی کلمہ گو مسلمان ہیں۔ اللہ کا حکم تو یہ ہے کہ:

﴿وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا وَّلَا تَفَرَّقُوۡا﴾ (آل عمران:۱۰۳)

’’اور مضبوط پکڑو اللہ کی رسّی کو سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو۔‘‘

﴿وَلَا تَكُوۡنُوۡا كَالَّذِيۡنَ تَفَرَّقُوۡا وَاخۡتَلَفُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَهُمُ الۡبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۰۵﴾ (آل عمران)

’’اور مت ہو اُن کی طرح جو متفرق ہو گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کو صاف حکم‘ اور ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔‘‘

صحیح طرزِ عمل تو یہ ہے کہ آپس کے اختلاف کو برداشت کرو۔ اگر تنازع ہو جائے تو قرآن و سنّت کی روشنی میں اس کا حل تلاش کرو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَاِنۡ تَنَازَعۡتُمۡ فِىۡ شَىۡءٍ فَرُدُّوۡهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوۡلِ ......﴾ (النساء:۵۹)

’’پھر اگر تمہارے درمیان کسی معاملے میں اختلافِ رائے ہو جائے تو اسے لوٹا دو اللہ اور رسول کی طرف......‘‘

جب مسلمانوں کے سارے فرقے قرآن کو کتاب اللہ تسلیم کرتے ہیں تو اس کے فیصلوں پر سرِ تسلیم خم کیوں نہیں کرتے؟ جب قرآن کا فیصلہ آ جائے تو سب کو اس فیصلے پر متفق ہو جانا چاہیے اور اپنی رائے فوراً چھوڑ دینی چاہیے۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوۡكَ فِيۡمَا شَجَرَ بَيۡنَهُمۡ ثُمَّ لَا يَجِدُوۡا فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيۡتَ وَيُسَلِّمُوۡا تَسۡلِيۡمًا ﴿۶۵﴾ (النساء)

’’سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مؤمن نہ ہوں گے‘ یہاں تک کہ تجھ ہی کو منصف مانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اٹھے‘ پھر نہ پائیں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلے سے اور قبول کریں خوشی سے۔‘‘

جو مسلمان اللہ کے رسول ﷺ کے فیصلے کو نہیں مانتا تو وہ کیسا مسلمان ہے!

عورتوں کا پردہ

قرآن مجید میں عورتوں کو پردے کا حکم دیا گیا ہے مگر یہاں مسلمان عورتیں سج دھج کر

بے پردہ بازاروں میں گھوم پھر رہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو نبی مکرم ﷺ کی بیویوں‘ بیٹیوں اور صحابیات رضی اللہ عنہن کو بھی پردے کا حکم دیا ہے‘ تو پھر ایک عام عورت اس حکم سے کیسے مستثنیٰ رہ سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ قُلْ لِّاَزۡوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ يُدۡنِيۡنَ عَلَيۡهِنَّ مِنۡ جَلَابِيۡبِهِنَّ ؕ﴾ (الاحزاب:۵۹)

’’اے نبی! کہہ دے اپنی عورتوں کو اور اپنی بیٹیوں کو اور مسلمانوں کی عورتوں کو‘ نیچے لٹکائیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں۔‘‘

فحاشی

فحاشی کا چرچا عام ہے اور روز افزوں ہے۔ اخبارات فحش تصاویر سے بھرے پڑے ہیں۔ بازاروں اور سڑکوں پر جابجا عورتوں کی تصویریں لگی ہوئی ہیں۔ ٹی وی چینلز اور انٹرنیٹ عریانی و فحاشی کی اشاعت میں پیش پیش ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقۡرَبُوا الۡفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنۡهَا وَمَا بَطَنَ ۚ﴾ (الانعام:۱۵۱)

’’اور پاس نہ جاؤ بے حیائی کے کام کے جو ظاہر ہو اس میں سے اور جو پوشیدہ ہو۔‘‘

فحاشی و بے حیائی کی تشہیر و اشاعت پر قرآن حکیم میں دنیا و آخرت کے دردناک عذاب کی وعید آئی ہے۔ ارشاد ہوا:

﴿اِنَّ الَّذِيۡنَ يُحِبُّوۡنَ اَنۡ تَشِيۡعَ الۡفَاحِشَةُ فِى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ ۙ فِى الدُّنۡيَا وَالۡاٰخِرَةِ ؕ﴾ (النور:۱۹)

’’جو لوگ چاہتے ہیں کہ چرچا ہو بدکاری کا ایمان والوں میں اُن کے لیے عذاب ہے دردناک دنیا میں اور آخرت میں۔‘‘

الغرض مسلمان بڑی ڈھٹائی کے ساتھ قرآن و سنّت کے احکام کی خلاف ورزی کر رہے ہیں۔ ان کا یہ طرزِ عمل اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا باعث ہے اور نتیجتاً مسلمان اللہ کے عذاب کی زد میں ہیں۔ ان پر غیر قومیں مسلّط ہیں۔ اس طرح وہ ذلت وخواری کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔

اس مختصر سے مضمون میں چند ایک باتوں کا اجمالاً ذکر کیا گیا ہے‘ ورنہ ہمارے معاشرے میں زندگی کا کوئی گوشہ ایسا نہیں جہاں کتاب وسنّت کی خلاف ورزی نہ ہو رہی ہو۔ ایسے میں ہم اللہ کے عذاب کی زد میں کیوں نہ ہوں گے! ❁❁❁

فریضۂ اقامتِ دین: اَسلاف کی نظر میں

مولانا خان بہادر

زیرِنظر علمی وتحقیقی مقالہ معاونِ شعبہ تربیت مولانا خان بہادر نے تنظیم اسلامی کے سالانہ اجتماع منعقدہ ۱۷ تا ۱۹ نومبر ۲۰۲۳ء (بمقام مرکزی اجتماع گاہ بہاول پور) میں پیش کیا۔ رفقاء واحباب کی دلچسپی اور افادۂ عام کے لیے اس مقالہ کو ترتیب وتسوید کے بعد پیش کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ۭ﴾ (الشوریٰ:۱۳)

’’(اے مسلمانو!) اللہ نے تمہارے لیے دین میں وہی کچھ مقرر کیا ہے جس کی وصیت اُس نے نوح (علیہ السلام) کو کی تھی اور جس کی وحی ہم نے (اے محمدﷺ) آپ کی طرف کی ہے‘ اور جس کی وصیت ہم نے کی تھی ابراہیم کو اور موسیٰ کو اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو کہ قائم کرو دین کو‘ اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو۔‘‘

محترم رفقاء! مَیں اور آپ جس قافلے کا حصّہ ہیں‘ وہ جب تشکیل پا رہا تھا تو اسی وقت یہ طے کر دیا گیا تھا کہ: ’’آج ہم اللہ کا نام لے کر ایک ایسی اسلامی تنظیم کے قیام کا فیصلہ کرتے ہیں جو دین کی جانب سے عائد کردہ جملہ انفرادی واجتماعی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے میں ہماری مددومعاون ہو۔‘‘ آگے بتایا گیا: ’’پیشِ نظر اجتماعیت اصلاً اسی لیے مطلوب ہے کہ وہ فرد کو اس کے نصب العین یعنی رضائے الٰہی کے حصول میں مدد دے۔‘‘

رضائے الٰہی کے حصول اور اُخروی نجات کے لیے جو فرائض متعین کیے گئے ہیں‘ ان میں سے پہلا فرض ہے خود اللہ کا بندہ بننا۔ پھر دوسروں کو اللہ کی بندگی کی دعوت دینا اور تیسرا فرض ہے

اللہ کی بندگی پر مبنی نظام کو قائم کرنے کی کوشش کرنا۔

اس تیسرے فرض یعنی ’’فریضۂ اقامتِ دین‘‘ کے بارے میں دورِ حاضر کے کچھ متجدد دین اور بعض اہلِ علم درج ذیل غلط فہمیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

غلط فہمیاں

(۱) سب سے بڑی لیکن بہت ہی سطحی قسم کی غلط فہمی یہ پھیلاتے ہیں کہ دین محض ایمانیات‘ چند عبادات اور رسومات کا نام ہے‘ یا زیادہ سے زیادہ عائلی نظام اور اخلاقیات کو بھی شامل کر لیں‘ اور بس۔

(۲) اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات تو ہے لیکن ہر ایک کے لیے اس پر محض انفرادی طور پر عمل کرنا ضروری ہے‘ جبکہ جہاں اجتماعیت اجازت نہ دے‘ وہاں جتنا ممکن ہوسکتا ہے اتنا ہی لازم ہے۔ اس سے زیادہ ہماری کوئی ذمہ داری نہیں۔

(۳) اقامتِ دین کی جِدّوجُہد صرف رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فرض تھی‘ ہم پر نہیں۔

(۴) کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ صرف حکمرانوں پر فرض ہے۔

(۵) یہ صرف علماء کے کرنے کا کام ہے‘ اور وہ بھی لازم نہیں بلکہ نفلی حیثیت سے۔ اگر عوام بھی کریں تو زیادہ سے زیادہ اس کی حیثیت نفل ہی کی ہوگی۔

(۶) اسلاف بالخصوص فقہائے کرام میں اقامتِ دین کی فرضیت کے حوالے سے کوئی آراء نہیں ملتیں اور یہ دورِ حاضر کے بعض مفکّرین کی بدعت اور اختراع ہے۔

مذکورہ بالا غلط فہمیاں پیدا کرنا کسی ایک فرد یا گروہ کا کام نہیں بلکہ مختلف افراد‘ جماعتیں اور گروہ یہ کام کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

غلط فہمیوں کے اسباب

(۱) کم علمی اور کم فہمی

(۲) تعصب‘ ہٹ دھرمی‘ حسد اور ضد

(۳) حُبِّ دنیا کی وجہ سے جہاد وقتال سے گریز

(۴) بہت سی NGO's غیر ملکی فنڈ سے بھی یہ کام کرنے پر مامور ہیں۔

(۵) مغرب کا ایجنڈا بھی یہی ہے کہ مسلمانوں کو دین قائم کرنے سے روکا جائے۔ بہت سے مسلمان ان کا آلۂ کار بن کر یہ کام کرتے ہیں۔

اظہارِ دینِ حق کے حوالے سے مفسّرین کی آراء

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۳۳﴾ (التوبۃ:۳۳' الصف:۹)

﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ کی تشریح: اَسلاف کی نظر میں

(۱) علامہ ابن جریر رحمہ اللہ' جو تیسری صدی ہجری کے مفسر ہیں' ''تفسیر طبری'' میں لکھتے ہیں:

لِيُعْلِيَ الْاِسْلَامَ عَلَى الْمِلَلِ كُلِّهَا ''تا کہ وہ اسلام کو تمام مذاہب پر غالب کر دے۔''

(۲) علامہ جار اللہ زمخشریؒ' جو پانچویں صدی ہجری کے مفسر ہیں' اپنی تفسیر ''کشاف'' میں لکھتے ہیں: لِيُظْهِرَ الدِّيْنَ الْحَقَّ عَلٰى كُلِّ دِيْنٍ ''تا کہ وہ دین حق کو ہر دین پر غالب کر دے۔''

(۳) ساتویں صدی ہجری کے مفسر امام قرطبیؒ اپنی ''تفسیر قرطبی'' میں لکھتے ہیں:

لِيُعْلِيَهٗ عَلٰى كُلِّ الْاَدْيَانِ ''تا کہ وہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دے۔''

مزید فرماتے ہیں: اس کا مکمل غلبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں ہوگا۔ کوئی شخص باقی نہیں رہے گا سوائے اس کے کہ یا تو اسلام میں داخل ہوگا یا جزیہ دے گا۔

(۴) بارھویں صدی ہجری کے مفسر شیخ اسماعیل حقیؒ اپنی تفسیر ''روح البیان'' میں لکھتے ہیں:

''وَغَلَبَةُ الدِّيْنِ الْحَقِّ عَلٰى سَائِرِ الْاَدْيَانِ تَكُوْنُ وَعَلٰى تَزَايُدٍ اَبَدًا وَتَتِمُّ عِنْدَ نُزُوْلِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ''

''دینِ حق کا غلبہ تمام ادیان پر ہوگا اور یہ ہمیشہ بڑھتا رہے گا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے وقت مکمل ہوگا۔''

(۵) بارھویں صدی ہجری ہی کے ایک اور مفسر قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنی تفسیر ''مظہری'' میں لکھتے ہیں:

لِيُظْهِرَهٗ بِالسَّيْفِ وَالْحُجَّةِ ''تا کہ وہ اس کو غالب کر دے تلوار اور دلیل کے ساتھ۔''

مذکورہ بالا مفسرین کی آراء سے ثابت ہوا کہ دینِ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور یہ اپنا سیاسی غلبہ چاہتا ہے۔ یہی رسول اللہ ﷺ کا مقصدِ بعثت تھا' لیکن یہ ذمہ داری صرف حضور

اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہی کی نہیں تھی بلکہ یہ ہر بندۂ مومن پر فرض ہے۔

سورۃ الصف کی آیت ۹ سے متصلاً بعد آیت ۱۰ اور ۱۱ میں فرمایا:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا هَلْ اَدُلُّكُمْ عَلٰى تِجَارَةٍ تُنْجِيْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۱۰ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۱۱﴾

''اے ایمان والو! کیا مَیں تمہیں ایک تجارت بتاؤں جو تمہیں دردناک عذاب سے نجات دے گی (وہ تجارت یہ ہے) کہ تم اللہ اور اُس کے رسولؐ پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں اپنی جان اور مال کے ساتھ جہاد کرو۔ اگر تم سمجھو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔''

(۱) ساتویں صدی ہجری کے مفسر امام قرطبیؒ فرماتے ہیں کہ یہ خطاب تمام مؤمنوں سے ہے۔ اگر تم ایمان و جہاد کے ساتھ تجارت کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے گا۔

(۲) شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں: ''اس دین کو تمام ادیان پر غالب کرنا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے لیکن تمہارا فرض یہ ہے کہ ایمان پر پوری طرح مستقیم رہ کر اس کے راستے میں جان و مال کے ساتھ جہاد کرو۔''

(۳) مولانا عبدالرحمٰن کیلانیؒ ''تیسیر القرآن'' میں لکھتے ہیں: ''دینِ اسلام کو تمام ادیانِ باطلہ پر غالب کرنے والی اللہ کی ذات ہے' تاہم اللہ تعالیٰ نے اس کا ذریعہ اہلِ ایمان کو بنایا ہے۔''

مذکورہ آیات اور انہی کی قبیل کی دوسری آیات' جیسے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْٓا اَنْصَارَ اللّٰهِ﴾ (الصف:۱۴)

''اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بن جاؤ۔''

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاۗءَ لِلّٰهِ﴾ (النساء:۱۳۵)

''اے ایمان والو! عدل و قسط کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور اللہ کے مددگار بن جاؤ۔''

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ ۝۷﴾ (محمد)

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو اللہ تمہاری مدد کرے گا۔''

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ﴾ (البقرۃ:۱۴۳)

''اس طرح ہم نے تمہیں درمیانی اُمت بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بن جاؤ۔''

﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ (آل عمران:۱۱۰)

"تم بہترین اُمت ہو جو لوگوں کے لیے نکالے گئے ہو۔"

اور مذکورہ بالا مفسّرین کی آراء سے ثابت ہوا کہ اقامتِ دین کی جدّوجہد صرف حکمرانوں اور علماء پر ہی فرض نہیں بلکہ ہر بندۂ مؤمن پر فرض ہے۔

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ﴾ (الشوریٰ:۱۳)

"اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا تمہارے لیے دین جس کا حکم دیا اُس نے نوح (علیہ السلام) کو اور آپ کی طرف وحی کی اسی کی اور اسی کا حکم دیا ہم نے ابراہیم' موسیٰ اور عیسیٰ (علیہم السلام) کو کہ دین کو قائم کرو اور اس میں تفرقہ نہ کرو۔"

(۱) امام ابن جریرؒ اپنی "تفسیر طبری" میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

اَلَّذِیْ اَوْحٰی بِهٖ جَمِیْعَ هٰؤُلَآءِ الْاَنْبِیَاءِ وَصِیَّةً وَّاحِدَةً وَهِیَ اِقَامَةُ الدِّیْنِ

"اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرام (علیہم السلام) کو ایک ہی حکم دیا اور وہ اقامت الدین ہے۔"

اِعْمَلُوْا بِهٖ عَلٰی مَا شَرَعَ لَکُمْ وَفَرَضَ وَلَا تَخْتَلِفُوْا فِیْهِ الدُّنْیَا الَّذِیْ اُمِرْتُمْ بِالْقِیَامِ بِهٖ کَمَا الْاَحْزَابُ مِنْ قَبْلِکُمْ

"اس پر عمل کرو جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مشروع کیا اور تم پر فرض کیا اور اپنے سے پہلے لوگوں کی طرح تم بھی دین میں اختلاف نہ کرو جس کو قائم کرنے کا تمہیں حکم دیا گیا۔"

(۲) پانچویں صدی ہجری کے مفسر ابوالحسن ماوردیؒ اپنی تفسیر "النُّکَتُ وَالْعُیُوْن" المعروف بہ "تفسیر ماوردی" میں اس آیت کی تشریح میں لکھتے ہیں:

اِعْمَلُوْا بِهٖ، اُدْعُوْا اِلَیْهِ وَجَاهِدُوْا عَلَیْهِ مَنْ عَانَدَهٗ

"اس دین پر عمل کرو' اسی کی طرف بلاؤ اور اسی پر اس کے مخالفین سے جہاد کرو۔"

(۳) مولانا مفتی محمد شفیع رحمہ اللہ "معارف القرآن" میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"اقامتِ دین فرض ہے اور اس میں تفرق حرام ہے۔"

(۴) پیر کرم شاہ صاحب الازہریؒ اپنی تفسیر "ضیاء القرآن" میں اس آیت کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"صرف زبانی دعوت دینا اور اس دعوت کے محاسن بیان کرتے رہنا ہی انبیاء علیہم السلام کا فریضہ نہ تھا بلکہ ان کی ذمہ داری یہ بھی تھی کہ جہاں یہ نظامِ حیات رائج نہیں وہاں اسے

رائج کیا جائے اور جہاں یہ رائج ہے وہاں یہ اہتمام کیا جائے کہ رواج پذیر رہے۔"

یہ نصب العین جو انبیاء علیہم السلام کا تھا' یہی آج اُمتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے من جانب اللہ مقرر کیا گیا ہے۔ مذکورہ آیت اور مفسرین کی آراء سے یہ ثابت ہوا کہ "اقامتِ دین" کی جدّوجہد ایک فریضہ ہے جو ہر مسلمان پر فرض ہے۔

ہمارے قدیم وجدید دینی لٹریچر میں متقدمین ومتاخرین مفسّرین' متکلّمین اور فقہاء کرام اقامتِ دین کی اصطلاح کے ساتھ "نصبِ امامت" کی اصطلاح بڑی شدّومد کے ساتھ استعمال کرتے ہیں' جس کا مطلب ہے: "امام اور خلیفہ کا تقرر۔"

نصبِ امامت کے متعلق مفسّرین ومحدّثین کی آراء

(۱) امام قرطبیؒ "احکام القرآن" میں ﴿وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّىْ جَاعِلٌ فِى الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ؕ﴾ کی تفسیر میں نصبِ امامت کی فرضیت کے بارے میں لکھتے ہیں: وَلَا خِلَافَ فِیْ وُجُوْبِ ذٰلِکَ بَیْنَ الْاُمَّةِ وَلَا بَیْنَ الْاَئِمَّةِ "نصبِ امامت کی فرضیت کے متعلق نہ اُمّت کے درمیان کوئی اختلاف ہے اور نہ ائمہ کے درمیان۔"

(۲) دسویں صدی ہجری کی عظیم شخصیت امام ابن تیمیہؒ "السیاسة الشرعیة" میں لکھتے ہیں: یَجِبُ اَنْ یَّعْرِفَ اَنَّ وِلَایَةَ اَمْرِ النَّاسِ مِنْ اَعْظَمِ وَاجِبَاتِ الدِّیْنِ' لَا قِیَامَ لِلدِّیْنِ اِلَّا بِهَا "یہ جاننا ضروری ہے کہ ریاست وحکومت کا قیام دین کے اہم ترین فرائض میں سے ہے۔ اقامت دین اس کے بغیر ممکن نہیں۔" پھر فرماتے ہیں: ہمارے اسلاف کی بھی یہی رائے ہے' جیسے امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ۔

(۳) آٹھویں صدی ہجری کے مشہور مؤرخ' فقیہہ اور فلسفی علامہ ابن خلدون "مقدمہ ابن خلدون" میں رقم طراز ہیں: اِنَّ نَصْبَ الْاِمَامِ وَاجِبٌ قَدْ عُرِفَ وُجُوْبُهٗ فِی الشَّرْعِ بِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ "شریعت میں خلیفہ کا تقرر فرض ہے۔ اس پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کا اجماع ہے۔" آگے چل کے فرماتے ہیں: "اس پر اُمت کا اجماع ہے۔"

(۴) بارہویں صدی ہجری کے مجدد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنی معرکۃ الآراء کتاب "ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء" میں بہت سے دینی فرائض کا ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: "یہ فرائض اس وقت تک ادا نہیں ہو سکتے جب تک امام کا تقرر نہ ہو"۔ پھر

فرماتے ہیں: ''قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ فرض کا حصول جس چیز پر موقوف ہو اس کا حصول بھی فرض ہے۔''

(۵) ساتویں صدی ہجری کے مشہور محدث امام نووی رحمہ اللہ مسلم شریف کی شرح میں لکھتے ہیں کہ: ''علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسلمانوں پر خلیفہ کا تقرر فرض ہے۔''

متکلمین کی آراء

علم کلام کے ماہرین کو متکلمین کہا جاتا ہے جو عقلی دلائل سے اسلامی عقائد کی حقانیت ثابت کرتے ہیں۔

(۱) پانچویں صدی ہجری کے معروف متکلم علامہ ابن حزم ''الملل والنحل'' میں فرماتے ہیں:

اِتَّفَقَ جَمِيْعُ اَهْلِ السُّنَّةِ وَاَنَّ الْاُمَّةَ وَاجِبٌ عَلَيْهَا الْاِنْقِيَادُ لِاِمَامٍ عَادِلٍ، يُقِيْمُ فِيْهِمْ اَحْكَامَ اللّٰهِ وَيَسُوْسُهُمْ بِاَحْكَامِ الشَّرِيْعَةِ

''تمام اہلِ سنت اس بات پر متفق ہیں کہ ایک امام عادل کا تقرر اُمت پر فرض ہے جو ان میں اللہ کے احکام نافذ کرے اور ان کے مسائل شریعت کے احکام کے مطابق حل کرے۔''

(۲) پانچویں صدی ہجری کے معروف متکلم امام نسفی ''عقائد نسفیہ'' میں لکھتے ہیں:

وَالْمُسْلِمِيْنَ لَابُدَّلَهُمْ مِنْ اِمَامٍ يَقُوْمُ بِتَنْفِيْذِ اَحْكَامِهِمْ وَاِقَامَةِ حُدُوْدِهِمْ وَسَدِّ ثُغُوْرِهِمْ وَتَجْهِيْزِ جُيُوْشِهِمْ وَاَخْذِ صَدَقَاتِهِمْ

''مسلمانوں کے لیے ایک ایسے خلیفہ کا تقرر لازم ہے جو ان میں اللہ کے احکام نافذ کرے، حدود قائم کرے، اسلامی سلطنت کی حفاظت کرے، لشکروں کو تیار کرے، اور لوگوں سے صدقات وصول کرے۔''

(۳) آٹھویں صدی ہجری کے مشہور متکلم علامہ تفتازانی رحمہ اللہ ''شرح عقائد'' میں فرماتے ہیں:

وَخِلَافَتُهُمْ اَیْ نِيَابَتُهُمْ عَنِ الرَّسُوْلِ ﷺ فِیْ اِقَامَةِ الدِّيْنِ بِحَيْثُ يَجِبُ عَلٰی كَافَّةِ الْاُمَمِ الْاِتِّبَاعُ عَلٰی هٰذَا التَّرْتِيْبِ اَيْضًا

''خلفاء راشدین کی خلافت اقامتِ دین کے سلسلہ میں اس طرح ہے کہ پوری امت پر ان کی اتباع واجب ہے، ان کا نائبِ رسول ہونا بھی اسی ترتیب سے ہے۔''

آگے چل کر فرمایا:

اَلْاِجْمَاعُ عَلٰی اَنَّ نَصْبَ الْاِمَامِ وَاجِبٌ ...... اَنَّهٗ يَجِبُ عَلَی الْخَلْقِ

''اس بات پر اجماع ہے کہ خلیفہ کا تقرر فرض ہے مخلوق پر (یعنی مسلمانوں پر)''

نوٹ: مذکورہ کتاب درسِ نظامی کے نصاب میں شامل ہے۔

(۴) پانچویں صدی ہجری کے مشہور متکلمِ اسلام امام غزالی اپنی کتاب ''اَلْاِقْتِصَادُ فِي الْاِعْتِقَادِ'' میں فرماتے ہیں:

فَبَانَ اَنَّ السُّلْطَانَ ضَرُوْرِيٌّ فِي نِظَامِ الدُّنيَا، وَنِظَامَ الدُّنيَا ضَرُوْرِيٌّ فِي نِظَامِ الدِّيْنِ، وَنِظَامَ الدِّيْنِ ضَرُوْرِيٌّ فِي الْفَوْزِ بِسَعَادَةِ الْآخِرَةِ وَهُوَ مَقْصُوْدُ الْاَنْبِيَاءِ قَطْعًا، فَكَانَ وُجُوْبُ نَصْبِ الْاِمَامِ مِنْ ضَرُوْرِيَّاتِ الشَّرْعِ الَّذِي لَا سَبِيْلَ اِلٰی تَرْكِهٖ

''تو واضح ہوا کہ بے شک خلیفہ کا تقرر دنیا کا نظام چلانے کے لیے ضروری ہے، اور دنیا کا نظام چلانا ضروری ہے دین کے نظام کے لیے، اور دین کا نظام ضروری ہے آخرت کی کامیابی اور سعادت کے لیے، اور یقیناً یہی انبیاء کرام ﷺ کا مقصود تھا۔ امام کا تقرر ضروریاتِ شرع میں سے ہے جس کو ترک کرنے کی کوئی راہ نہیں۔''

نوٹ: مذکورہ بالا متکلمینِ اسلام نے ''نصبِ امامت کی فرضیت'' کو علم کلام کی بحث میں ذکر کر کے اس کی اہمیت کی طرف توجہ دلائی ہے۔

اقامتِ دین کی فرضیت کے حوالے سے فقہائے کرام کی آراء

(۱) تیسری صدی ہجری کے فقیہہ احمد بن محمد ''صاحب قدوری''

(۲) چھٹی صدی ہجری کے فقیہہ علی بن ابی بکر ''صاحب ہدایہ:

(۳) ساتویں صدی ہجری کے فقیہہ عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی ''صاحب کنز الدقائق و بحر الغرائب''

(۴) ساتویں صدی ہجری کے فقیہہ محمد بن صدر الشریعہ ''صاحب شرح وقایہ''

(۵) گیارہویں صدی ہجری کے فقیہہ امام علاؤالدین حصکفی ''صاحب دُرِمختار''

(۶) تیرہویں صدی ہجری کے فقیہہ ابن عابدین شامی صاحب ردّ المحتار

مذکورہ تمام فقہاء کرام اور ان کے علاوہ دیگر فقہاء نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں شخصی قوانین کے علاوہ جو اجتماعی مسائل بیان کیے (جن کا تعلق ریاست وحکومت کے ساتھ ہے) ان کا خلاصہ کچھ اس طرح ہے:

(i) الاحکام الجنائیة (فوجداری قوانین) جیسے حدود وتعزیرات وغیرہ۔

(ii) الاحوال المدنیة (دیوانی قانون) جیسے خرید وفروخت وغیرہ۔

(iii) الاحکام المرافقات (قانون ضابطہ عدالتی کارروائیوں کے احکام)

(iv) الاحکام الدستوریة (دستوری قوانین)

(v) الاحکام الدولیة (بین الاقوامی تعلقات کے احکام) مثلاً امن، جنگ، معاہدات، جہاد اور جزیہ وغیرہ کے احکام۔ اسی طرح فقہاء نے دارالکفر اور دارالاسلام کے حوالے سے طویل بحثیں کی ہیں۔

مذکورہ بالا تمام احکام اور قوانین پر عمل ہو ہی نہیں سکتا جب تک کہ دین غالب نہ ہو۔

چاروں مسالک کے تمام فقہاء کا سلسلہ ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبلؒ) سے جا کر جڑتا ہے۔

(۷) چودھویں صدی ہجری کے معروف فقیہہ امام عبدالرحمٰن بن محمد عوض جزیری اپنی مایۂ ناز کتاب ''الفقه علی المذاهب الاربعة'' میں فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ اس بات پر متفق ہیں کہ خلافت ایک فرض ہے اور مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ ایک امام مقرر کریں جو دین کے احکام نافذ کرے اور مظلوموں کو ظالموں سے انصاف دلائے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

اِتَّفَقَ الْاَئِمَّةُ رَحِمَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی: اَنَّ الْاِمَامَةَ فَرْضٌ، وَاَنَّهٗ لَا بُدَّ لِلْمُسْلِمِیْنَ مِنْ اِمَامٍ یُقِیْمُ شَعَائِرَ الدِّیْنِ وَ یُنْصِفُ الْمَظْلُوْمِیْنَ مِنَ الظَّالِمِیْنَ

اقامتِ دین کے لیے اسلاف کا تعامل

ہمارے اسلاف نے جس طرح اقامت دین کے لیے علمی خدمات سرانجام دیں، بالکل اسی طرح غلبۂ دین کے لیے عملی جدّوجہد بھی کی، اور یہ جدّوجہد محض نفل سمجھ کر نہیں بلکہ فرض سمجھ کر کی۔ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام ؓ نے دین کو بالفعل قائم کر کے دکھایا اور اس کے بعد مسلسل ۱۳۰۰ سال تک دین کسی نہ کسی جگہ قائم رہا، تا آنکہ ۱۹۲۴ء میں خلافت کی عظیم الشان عمارت زمین بوس ہو گئی۔

خلافت راشدہ کے بعد جب بھی نظامِ خلافت میں یا حکمرانوں کے عملی رویے میں کہیں بگاڑ آیا تو ہر دَور میں اَسلاف نے اس کی اصلاح کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دیں۔ اگرچہ

''مُلکًا عَاضًا'' (کاٹ کھانے والی ملوکیت) کا جبر اپنی جگہ تھا لیکن اس کے باوجود اسلاف نے ہر ممکن حد تک اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ ان کی تفصیل میں جانے کا موقع نہیں، لیکن ایک طائرانہ نگاہ ڈالیں تو تاریخ کے جھروکوں میں ہمارے اسلاف کی تلواریں فتنہ وفساد کے خلاف بے نیام چمکتی نظر آتی ہیں۔ مثلاً حضرت حسین بن علی ؓ، عبداللہ بن زبیر ؓ کی تحریک، حضرت نفس زکیہؒ کی کوششیں جن کی حمایت کرتے نظر آتے ہیں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ۔ اسی طرح تحریکِ شہیدین، تحریکِ ریشمی رومال، ابوالکلام کی حزبُ اللہ جن کے شانہ بشانہ نظر آتے ہیں حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ۔ تحریکِ خلافت، تحریکِ الاخوان المسلمون، سنوسی تحریک، جماعت اسلامی، تحریک طالبانِ افغانستان اور اب اسی کا علَم تھامے ہوئے ہے تنظیم اسلامی اپنی سی محنت کوشش اور جدّوجہد کر رہی ہے۔

الغرض ہمارے اسلاف کی علمی وفکری آراء ہوں یا ان کا تعامل، یہ سب پکار پکار کر ہمیں ہمارا فرض یاد دلا رہے ہیں، جو کسی خاص گروہ یا خاص طبقے ہی کا نہیں بلکہ ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں فریضۂ اقامت دین کے لیے اپنا تن من دھن لگانے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین یارب العالمین!

فَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْكَرِيْم

نوٹ: اس موضوع کو مزید تفصیل سے سمجھنے کے لیے مکتبہ تنظیم اسلامی سے شائع کردہ کتاب ''فریضۂ اقامتِ دین: اسلاف کی آراء وتعامل'' کا مطالعہ کیجیے۔ ❁❁❁

ماہنامہ ''میثاق'' لاہور

داعیٔ قرآن ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے قرآنی فکر کا ترجمان، ایک علمی، دعوتی اور تربیتی رسالہ!

صرف آپ ہی کے زیرِ مطالعہ کیوں؟

وقت اور حالات کی اشد ضرورت ہے کہ اسے ایک مشن سمجھ کر واعظین و مربیین، تعلیمی اداروں، لائبریریوں، مکتبہ جات اور ہر گھر وفرد اور خاص طور پر الاقرب فالاقرب کی بنیاد پر اپنے دوست، احباب اور اعزّہ واقرباء تک پہنچانے میں اپنا کردار ادا کریں۔

یہ آپ کے لیے صدقہ جاریہ ہوگا!

اتباعِ نبی ﷺ اور معاشرے کی ترقی

مولانا عبدالمتین☆

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۭ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ ....﴾ (الحجرات:۷)

’’اور جان لو کہ تمہارے مابین اللہ کا رسول موجود ہے۔ اگر وہ تمہارا کہنا مانا کریں اکثر معاملات میں تو تم لوگ مشکل میں پڑ جاؤ......‘‘

مذکورہ بالا آیت کا عنوان ’’رسول اللہ ﷺ کا کامل اتباع‘‘ ہے۔ یہاں آپ ﷺ کے سامنے اپنی رائے کا اظہار کرنے والوں کو یہ تلقین کی جا رہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو تم اگرچہ بہت سے معاملات میں مشورہ دیتے ہو اور بعض اوقات نبی محترم ﷺ خود بھی مشاورت کرتے رہتے ہیں، لیکن یہ سلسلہ مشاورت تک محدود رہے۔ اس سے آگے اس بات کی اجازت نہیں کہ آپ ﷺ سے اپنی رائے پر اصرار کیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ کا اللہ تعالیٰ سے براہِ راست تعلق

اس اصرار نہ کرنے کی وجہ آیت میں ہی ذکر فرما دی کہ ’’اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ‘‘ یعنی تمہارے بیچ اللہ کے رسول موجود ہیں۔ آپ ﷺ کا مقام و منصب ’’اللہ کا رسول‘‘ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ کا تعلق براہِ راست ربّ العالمین اور آسمانی دنیا سے رہتا ہے۔ وہاں سے مسلسل آپؐ پر وحی کا نازل ہونا اس بات کی علامت ہے کہ رہنمائی کا مرکز نہایت مستند اور شفاف ہے جس میں کسی غلطی اور خطا کا امکان نہیں ہے۔

تمہاری رائے اپنی جگہ نیک نیتی کے جذبات سے کتنی ہی معمور کیوں نہ ہو لیکن اس میں خطا کا امکان بہرحال ہوتا ہے اور اگر ایسی کسی رائے پر عمل کیا بھی جائے تو اس کے نتائج کا خمیازہ

☆ مدیر مدرسہ دارارقم ’لیاری‘ کراچی

تمہیں خود بھگتنا پڑے گا۔ لہٰذا بہتر یہ ہے کہ تمہارے بیچ جو رسول اللہ ﷺ کی مبارک شخصیت موجود ہے تو تم ان پر مکمل اعتماد کرو اور ان کے ہر حکم پر سرِ تسلیم خم کرو۔ اس رویے کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ تم کسی بھی غلط فیصلے اور غلط نتیجے سے محفوظ رہو گے۔ وحی کی راہنمائی ایک چراغ کی مانند تمہارے راستے روشن کرتی جائے گی۔

سیرت النبی ﷺ اور فہمِ دین

یہاں ایک اہم اصول یہ معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کا کامل اتباع ہمیں فہمِ دین کے حوالے سے بہت سے غلط فیصلوں سے بچا سکتا ہے۔ موجودہ زمانے میں ایسی بہت سی غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں۔ مثلاً کوئی شخص دین کو فقط قرآن کے متن سے سمجھنا شروع کر دیتا ہے اور کوئی حدیث کی صحت و سند پر سارا دار و مدار رکھتا ہے، وغیرہ۔ فہمِ دین کا اصل دار و مدار ذاتِ رسالت ہے اور اسی بات کو سورۃ الحشر میں اللہ ربّ العزت دوٹوک انداز میں یوں بیان فرماتے ہیں:

﴿وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۤ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ﴾ (آیت ۷)

’’اللہ کے رسول (ﷺ) تمہیں جو کچھ دے دیں اسے لے لو اور جس سے روکیں اس سے رک جاؤ۔‘‘

سیرت النبی ﷺ وہ واحد منہج ہے جو بیک وقت قرآن، حدیث اور ذاتِ نبی ﷺ جیسی جملہ خصوصیات کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے۔ سورۃ الاحزاب میں فرمایا گیا:

﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ (آیت ۲۱)

’’یقیناً اللہ کے رسول (ﷺ) کی شخصیت تمہارے لیے بہترین نمونے کی حیثیت رکھتی ہے۔‘‘

قرآن کریم میں اطاعت رسول ﷺ کی اہمیت کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا گیا ہے:

﴿وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ﴾ (التغابن:۱۲)

’’اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی۔‘‘

﴿مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ﴾ (النساء:۸۰)

’’جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔‘‘

﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ﴾ (آل عمران:۳۱)

’’کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میرا اتباع کرو، اللہ تم کو اپنا محبوب بنالے گا۔‘‘

دین جذبات نہیں، اتباع کا نام ہے

مذکورہ آیات سے ایک اہم راہ نمائی یہ بھی ملتی ہے کہ دین اصل میں ہے کیا! اپنی مرضی چلانا؟ یا کسی ایک کی مرضی میں راضی ہوجانا؟ دین درحقیقت حال کے امر کو جاننے کا نام ہے۔ دین اپنی ذاتی خواہش، ارادے یا جذبے کو پورا کرنے کا نام نہیں، بلکہ یہ سراسر اتباع کا نام ہے۔ اس طرح کہ اس وقت آپ سے کس رویے اور عمل کا مطالبہ کیا جا رہا ہے، قطع نظر اس سے کہ آپ کا دل کیا چاہ رہا ہے یا آپ کے جذبات، عزائم اور ارادے کیا ہیں۔

مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک صحابی جہاد میں شرکت کے جذبات سے معمور ہو کر آتا ہے اور آپ والدین کی خبر گیری کے بعد فرماتے ہیں: ((فَفِيهِمَا فَجَاهِدْ)) (ابوداوٗد) ''تم اپنے والدین کی خدمت میں لگے رہو، وہی تمہارا جہاد ہے۔''

سیدنا اویس قرنیؒ آپ ﷺ کی زیارت کے لیے تڑپ اٹھے لیکن اجازت نہ پا سکے، فقط والدہ کی خدمت کی وجہ سے۔

اتباعِ نبی ﷺ کی بہترین مثال

عام طور پر ایک مذہبی مزاج کے حامل شخص کے اندر جو تشدد اور تعمق پیدا ہو جاتا ہے، حدیثِ نبویؐ میں اس کی بہترین مثال موجود ہے۔ بخاری اور مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تین اشخاص نبی اکرم ﷺ کی ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کے گھروں میں آئے اور آپ ﷺ کی نفلی عبادت کے بارے میں سوال کیا۔ جب انہیں اس کی خبر دی گئی تو انہوں نے اس کو کم تصور کیا۔ (ظاہر بات ہے کہ نہ حضور ﷺ کی زندگی میں کوئی تکلف و تصنع تھا اور نہ ازواجِ مطہراتؓ کی طرف سے اس معاملے میں، معاذ اللہ، کوئی مبالغہ آرائی ہو سکتی تھی۔ جو صحیح صحیح صورت حال تھی انہوں نے بیان کر دی۔ لیکن ان تین صحابہؓ کے اندازے سے یہ بات بہت کم نکلی۔) اب انہوں نے (اپنے آپ کو تسلی دینے کے لیے) کہا کہ ہمارا حضور ﷺ سے کیا مقابلہ (ہم اپنے معاملے کو حضور ﷺ کے معاملے پر کہاں قیاس کر سکتے ہیں!) جب کہ ان کے تمام اگلے پچھلے گناہ اللہ نے پہلے ہی معاف کر دیے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا کہ میں تو اب ہمیشہ رات بھر نماز پڑھا کروں گا (قطعاً نہیں سوؤں گا)۔ دوسرے نے کہا: میں تو ہمیشہ

روزہ رکھا کروں گا، کبھی افطار نہیں کروں گا (ناغہ نہیں کروں گا)۔ تیسرے نے کہا کہ مَیں تو عورتوں سے بالکل علیحدہ رہوں گا اور کبھی بھی شادی نہیں کروں گا۔

حضور ﷺ کو جوں ہی یہ بات معلوم ہوئی تو آپؐ خود اُن کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: ''کیا آپ ہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے یہ یہ باتیں کہی ہیں؟ اللہ کی قسم! میرے دل میں تم سب سے بڑھ کر اللہ کی خشیت ہے اور مَیں تم میں سب سے بڑھ کر متقی ہوں۔'' یہ حضور ﷺ کا بہت ہی غیر معمولی انداز ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا: ''لیکن (میرا معمول تو یہ ہے کہ) مَیں روزہ رکھتا بھی ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں (یعنی ناغہ بھی کرتا ہوں)۔ اور مَیں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سوتا بھی ہوں۔ اور مَیں نے تو (متعدد) عورتوں سے نکاح بھی کر رکھے ہیں۔ تو (کان کھول کر سن لو!) جو میری سُنّت سے اِعراض کرے گا (جسے میری سنّت پسند نہیں ہے) اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کے اس بلیغ جواب سے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو گیا کہ اصل دارومدار شریعت کا حکم ہے۔ آپ سب کے جذبات بہت قابل قدر ہیں لیکن شریعت کا حکم بہر حال اعتدال کی دعوت دیتا ہے جس پر مَیں سید الانبیاء، خاتم النبیین اور رحمۃٌ للعالمین ہونے کے باوجود عمل پیرا ہوں۔

فقہائے اُمّت فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص مغرب کی تین کی بجائے چار رکعات پڑھ لے یہ سوچ کر کہ قیام وقراءت، تکبیر وتسبیح اور سجدوں میں اضافے کی وجہ سے مجھے زیادہ ثواب ملے گا تو شریعت اپنا فیصلہ نماز کے فاسد ہونے کی صورت میں سنائے گی اور نماز کا لوٹانا ضروری ہو جائے گا۔ اسی طرح کوئی شخص سفر میں ظہر کی قصر کے بجائے مکمل چار رکعت پڑھے گا تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔

معاشرے کی ترقی: اُسوۂ صحابہؓ کی روشنی میں

مذکورہ بالا آیت میں آگے ارشاد ہوا:

﴿...... وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۷ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۸﴾ (الحجرات)

’’......لیکن (اے نبی ﷺ کے ساتھیو!) اللہ نے ایمان کو تمہارے لیے محبوب بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں کے اندر سجا دیا اور کفر‘ چھوٹے بڑے گناہوں اور نافرمانی کو تمہارے لیے ناپسند بنا دیا۔ یہی وہ لوگ ہیں جو ہدایت یافتہ ہیں۔ یہ اللہ کا فضل اور نعمت ہے۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا‘ حکمت والا ہے۔‘‘

اس آیت مبارکہ میں صحابہ کرام ؓ میں ایمانی شان‘ ان کا مقام اور ان پر اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و انعام کا ذکر کیا گیا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تم پر یہ فضل فرمایا کہ تمہیں اپنے رسول ﷺ کی مبارک صحبت نصیب فرمادی۔ اس صحبت کے نتیجے میں صحابہ کرام ؓ کو جو گراں قدر فوائد نصیب ہوئے ان کا اندازہ ان حضرات کے ماضی کے حالات سے بخوبی ہوتا ہے کہ وہ کس طور سے عقیدہ وعمل کی جہالت میں گھرے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ کی مبارک صحبت کی برکت سے ان میں ایمانی صفات بھرپور طور پر منتقل ہوئیں۔ ایمان اپنی تمام تر خوبیوں کے ساتھ ان کے سینوں میں اس طرح رچ بس گیا کہ ان کے لیے سب سے محبوب متاع ہی ایمان ٹھہرا اور اس کے مقابلے میں دنیا کی تمام آسائشیں ہیچ ثابت ہوئیں۔

﴿وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾ ’’اور اسے اللہ نے تمہارے دلوں میں مزین کر دیا‘‘۔ یعنی ایسا نہیں کہ فقط زبانی کلامی ایمان بلکہ اقرار باللسان‘ تصدیق بالقلب اور عمل بالارکان کے تمام مراحل سے گزر کر یہ ایک زیور کی شکل میں ان کے دلوں میں سجا دیا گیا۔

﴿وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ۭ﴾ ’’اور اُس نے تمہارے لیے ناپسندیدہ بنا دیا کفر‘ فسق و فجور اور نافرمانی کو‘‘۔ کوئی خوبی اس وقت تک مکمل نہیں ہوسکتی جب تک اس کی حفاظت کا انتظام نہ ہو جائے۔ لہٰذا صحابہ کرام ؓ کو ایمان تو نصیب ہوا لیکن ساتھ ہی اس ایمان کے تمام اَضداد کی نفرت بھی اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں بٹھادی۔ گویا کہ مال و دولت سے بھی نوازا اور چور ڈاکوؤں سے اس کی حفاظت کا بھی انتظام فرما دیا۔ لہٰذا اس آیت میں ایمانی دولت کے لیے چور ڈاکو کی حیثیت رکھنے والے اعمال (یعنی کفر جو کہ ایمان کی ضد ہے‘ فسوق جو کہ کبیرہ گناہ ہیں‘ عصیان جو کہ صغیرہ گناہ ہیں) سے بھرپور حفاظت کا انتظام اس طرح فرمایا کہ ان برائیوں کی نفرت ان کے دل میں بیٹھ گئی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ شریعت ان کی طبیعت بن گئی۔ شیطان مؤمن کی ایمانی دولت پر یکبارگی کفر کا ڈاکا نہیں ڈال سکتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ ایمان اتنی معمولی دولت نہیں کہ اسے فوری طور پر کفر کے ذریعے مٹایا جاسکے۔ چنانچہ وہ

فسق (کبیرہ) اور عصیان (صغیرہ) کے چھوٹے بڑے لٹیروں کے ذریعے مخبری اور سرنگ بنانے کی کوشش کرتا ہے۔

گویا صغیرہ‘ کبیرہ اور کفر جیسے بڑے گناہوں کی نفرت بھی اللہ ربّ العزت نے ان کے دلوں میں بٹھا دی۔ اس کے سبب وہ ایمان کی ترقیوں میں مصروف رہے اور پوری دنیا کو ان کا ایمانی مقام نظر آیا جس کی بہت بڑی مثال قیصر وکسریٰ کی فتوحات ہیں۔

معاشرے کا قیمتی فرد بننے کا طریقہ

﴿اُولٰۗىِٕكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ۙ﴾ (الحجرات)

’’یہی وہ لوگ ہیں جو راہِ ہدایت پر ہیں۔‘‘

آیت مبارکہ میں ہدایت یافتہ ہونے کی وجہ یہی ذکر فرمائی کہ معاشرہ ایسے لوگوں سے آباد رہے جو اپنے ایمان کو بنانے اور خود کو چھوٹے بڑے گناہوں سے بچانے کی کوشش کریں۔ لہٰذا معاشرے میں ہدایت کا نور چمکانے کا فارمولا یہ دو نکات ہوئے:

(۱) ایمان کی محبت اور ترقی

(۲) کفر اور گناہوں کی نفرت

جب تک مادّی اشیاء پر محنت ہوگی تو انہی کی ترقی ہوگی‘ معاشرے کے افراد ترقی نہیں کریں گے۔ افراد اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتے جب تک وہ اس دو نکاتی فارمولے پر عمل نہ کریں جن پر صحابہ کرام ؓ عمل پیرا تھے!

❁❁❁

اپنے ذاتی اوقات میں سے کم از کم نصف گھنٹہ نکال کر ’’بیان القرآن‘‘ کے ترجمہ وترجمانی کا ضرور مطالعہ کریں‘ آپ یقیناً مستفید ہوں گے۔ (ان شاءاللہ!)

لقمان حکیم کی وصیتیں

مقصود الحسن فیضی

یہ سلسلۂ مضامین ایک ہندی عالم دین فضیلۃ الشیخ مقصود الحسن فیضی حفظہ اللہ (مقیم سعودی عرب) کے چند تربیتی واصلاحی دروس پر مشتمل ہے جو انہوں نے مختلف مواقع پر ارشاد فرمائے۔ شیخ محترم نے جو مواد جمع کیا تھا اسے ہمارے دوست مولانا شبیر احمد نورانی حفظہ اللہ نے تہذیب وترتیب اور بعض عربی مضامین اور رسائل سے استفادہ کرتے ہوئے افادۂ عام کی غرض سے ایک رسالے کی شکل دی ہے۔ مقصد یہی ہے کہ عوام الناس ان گراں قدر نصیحتوں سے مستفید ہوسکیں‘ اور ان کو مدّنظر رکھتے ہوئے اپنی اولاد کی تربیت بہتر طریقے سے کرنے کی کوشش کریں۔ وباللہ التوفیق! ’’میثاق‘‘ میں یہ سلسلۂ مضامین بالاقساط ہدیۂ قارئین کیا جائے گا۔ (ادارہ)

(۱)

قرآن مجید کا ایک بڑا حصہ گزشتہ انبیاء ورسل علیہم السلام اور اُن کی اقوام کے واقعات اور قصوں پر مشتمل ہے۔ ان انباء الرسل اور قصص النّبیین کے بیان کے بڑے اہم مقاصد ہیں‘ جن میں سے ایک یہ ہے کہ لوگ ان واقعات سے عبرت ونصیحت حاصل کریں کہ اللہ تعالیٰ نے کس طرح اپنے رسولوں اور ان کے سچے پیروکاروں کی مدد فرمائی اور منکرینِ رسالت اور دعوتِ توحید میں روڑے اٹکانے والوں کو کس قدر عبرت ناک سزائیں دیں۔ ان قصوں میں جہاں اہلِ ایمان کے لیے وعظ ونصیحت کا سامان ہے وہیں اہلِ کفر وشرک کے لیے بھی بڑی عبرتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ﴾ (یوسف:۱۱۱) ’’یقیناً ان (قوموں) کے واقعات میں عقل والوں کے لیے بڑی عبرت ونصیحت ہے۔‘‘ سورۃ ہود میں بہت سے رسولوں اور ان کی قوموں کے واقعات کے بیان کے بعد مذکور ہے:

﴿وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاۗءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰي لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۲۰﴾

’’اور ہم رسولوں کی خبروں میں سے ہر خبر آپ کو اس لیے سنا رہے ہیں تاکہ اس کے ذریعے آپ کے دل کو مضبوط کریں۔ اور ان واقعات کے ضمن میں آپ کو حق بات پہنچ گئی‘ اور مؤمنوں کے لیے ان میں عبرت ونصیحت ہے۔‘‘

سورۃ القمر میں قومِ نوح‘ قومِ عاد‘ قومِ ثمود اور قومِ لوط میں سے ہر ایک کی ہلاکت وبربادی کا تذکرہ کرنے کے بعد ہر دفعہ ارشاد ہوا: ﴿وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ ۝۴۰﴾ (القمر:۱۷‘۲۲‘۳۲‘۴۰) ’’اور یقیناً ہم نے قرآن کو نصیحت (حاصل کرنے) کے لیے بڑا ہی آسان بنا دیا ہے‘ تو کیا کوئی ہے نصیحت حاصل کرنے والا؟‘‘

وعظ ونصیحت کی غرض سے قرآن مجید میں صرف اقوام ہی کے قصے بیان نہیں کیے گئے‘ بلکہ بعض اشخاص کے واقعات بھی ذکر کیے گئے ہیں تاکہ ان میں پنہاں فوائد سے لوگ مستفید ہوسکیں۔ لقمان حکیم کا ذکر اور ان کی اپنے بیٹے کو کی گئی نصیحتوں میں بے پناہ فوائد مخفی ہیں۔ گفتگو کو آگے بڑھانے سے قبل لقمان حکیم کا تعارف بھی ضروری ہے کہ وہ کون تھے!

لقمان حکیم کا مختصر تعارف

نام ونسب: ان کا نام لقمان بن باعوراء بن ناحور‘ یا لقمان بن عنقاء بن سرون ذکر کیا جاتا ہے۔ ماہرین نسب کے مطابق وہ حضرت ایوب علیہ السلام کے بھانجے یا ان کے خالہ زاد بھائی تھے۔ ایک قول کے مطابق وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد آزر کی اولاد میں سے تھے۔ ان کے بارے میں مشہور ہے وہ ایک ہزار سال تک زندہ رہے‘ حتیٰ کہ انہوں نے حضرت داوٗد علیہ السلام کا زمانہ بھی پایا اور ان سے علم بھی حاصل کیا۔

قرآن کے اسلوب اور تاریخی مواد سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہیں اپنی قوم میں سرداری حاصل تھی (خواہ یہ سرداری دینی ہو یا دنیاوی) اور انہیں اپنے علاقے کا رئیس ہونے کا شرف حاصل تھا۔ یہ بھی کہا گیا کہ حضرت داوٗد علیہ السلام کے زمانے میں وہ قاضی کے منصب پر فائز تھے۔ البتہ جو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ لقمان حکیم کا تعلق نُوبہ (مصر کا جنوبی علاقہ) کے سیاہ فام غلاموں سے تھا‘ ان کا قد چھوٹا‘ ناک چپٹی‘ ہونٹ بڑے اور پاؤں پھٹے ہوئے یا چوڑے تھے‘ پیشے کے

اعتبار سے وہ بڑھئی یا درزی تھے اور اپنے آقا کے لیے روزانہ لکڑیوں کا ایک گٹھا چُن کر لاتے اور ان کی بکریاں بھی چراتے تھے‘ وغیرہ —— یہ ایسی باتیں ہیں جو محققین علماء کے نزدیک قابلِ قبول نہیں ہیں۔(۱)

کیا لقمان حکیم نبی تھے؟

تابعین میں سے عکرمہ اور شعبی رحمہما اللہ کے بارے میں مذکور ہے کہ وہ لقمان حکیم کی نبوت کے قائل تھے‘ جبکہ جمہور مفسرین کے نزدیک حضرت لقمان نبی نہیں تھے‘ بلکہ وہ اللہ کے ایک نیک بندے تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حکمت اور دانائی سے نوازا تھا۔ یہ بات حضرت عبد اللہ بن عباس ؓ‘ مجاہد‘ قتادہ اور سعید بن مسیب رحمہم اللہ جیسے ائمہ سے مروی ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ نے اسی کو راجح قرار دیا ہے۔(۲)

لقمان حکیم کی شخصیت کا خلاصہ (قرآن وسُنّت اور اقوالِ سلف کی روشنی میں)

حضرت لقمان حکیم اللہ کے ایک ولی اور دانا شخص تھے جنہیں حکمت و دانائی کا وافر حصّہ ملا تھا۔ ان کی دانائی کی باتیں (بعثتِ نبویؐ سے پہلے) عرب میں بطور مثال پیش کی جاتی تھیں‘ اور عہدِ جاہلیت کے شعراء اپنے شعروں میں ان کا اور ان کی دانائی وحکمت کا ذکر کرتے تھے۔ عرب میں ان کی حکیمانہ باتیں کس قدر مشہور ومعروف تھیں‘ اس کا اندازہ ہم درج ذیل واقعہ سے بخوبی لگا سکتے ہیں۔

محمد بن اسحاق رحمہ اللہ ایک ثقہ وقابلِ اعتماد تابعی عاصم بن عمر بن قتادہ انصاری رحمہ اللہ سے اور وہ اپنے بڑے بوڑھوں سے (جو صحابہؓ ہیں) روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حج کے موقع پر نبی اکرم ﷺ کی ملاقات ایک انصاری رئیس ودانشور سوید بن صامت سے ہوئی۔ آپ ﷺ نے ان کے سامنے اسلام پیش کیا۔ انہوں نے کہا کہ شاید آپ کے پاس وہی عمدہ اور حکمت پر مبنی باتیں ہیں جو میرے پاس ہیں۔ آپ ﷺ نے سوال کیا: ’’تمہارے پاس کیا ہے؟‘‘ انہوں نے کہا: ’’مَجَلَّۃُ لُقْمَانَ‘‘ یعنی حضرت لقمان کی حکیمانہ اور دانائی کی باتیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’لاؤ پیش کرو‘‘۔ سوید نے وہ باتیں پیش کیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ’’یہ باتیں تو بہت اچھی ہیں لیکن جو میرے پاس ہے وہ اس سے بھی عمدہ ہے۔ یہ قرآن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ہمارے اوپر نازل کیا ہے‘ اس میں سب کے لیے ہدایت اور نور کا سامان

ہے‘‘۔ پھر آپ ﷺ نے انہیں قرآن پڑھ کر سنایا اور اسلام کی دعوت دی۔ سوید یہ سن کر بہت زیادہ متاثر ہوئے اور کہا کہ یہ تو بہت اچھی باتیں ہیں‘ لیکن اسلام قبول کیے بغیر اپنی قوم کے پاس واپس مدینہ چلے گئے۔ ابھی ان کو واپس آئے ہوئے تھوڑی ہی مدت گزری تھی کہ جنگ بعاث پیش آئی جس میں وہ خزرج کے ہاتھوں مارے گئے۔ ان کی قوم کے لوگ کہتے ہیں کہ وہ قتل ہونے سے قبل مسلمان ہو چکے تھے۔(۳)

لقمان حکیم کی شخصیت کے بارے میں قرآن وحدیث میں کوئی تفصیل مذکور نہیں ہے‘ البتہ ان کی فضیلت کے لیے یہی کافی ہے کہ قرآن مجید میں ان کا نام لے کر انہیں ’’صاحبِ حکمت‘‘ بتلایا گیا ہے‘ ان کے نام سے قرآن مجید کی ایک مکمل سورت (سورۃ لقمان) موجود ہے‘ جس کی سات آیات میں ان کی بیش قیمت وصیتوں کا ذکر کر کے انہیں قرآن کا حصہ بنا دیا گیا ہے۔ جب تک یہ آیات پڑھی جاتی رہیں گی‘ حضرت لقمان کی حکمت ودانائی اور ان کی عمدہ نصیحتوں کا ذکرِ خیر ہوتا رہے گا۔

قرآن مجید میں ان کی تعریف دو اعتبار سے کی گئی ہے۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف سے حکمت ودانائی عطا فرمائی تھی‘ اور دوسرے یہ کہ وہ اپنی حکمت ودانائی پر عامل بھی تھے۔ اس کا ایک مظہر یہ ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے کو جو نصیحتیں کیں وہ دنیا کے تمام صاحبِ اولاد لوگوں کے لیے مشعلِ راہ اور قابلِ اقتدا ہیں۔

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۱۲﴾

’’اور ہم نے یقیناً لقمان کو حکمت دی تھی کہ تم اللہ تعالیٰ کا شکر کرو۔ اور جو کوئی شکر کرتا ہے تو وہ اپنے ہی نفع کے لیے شکر کرتا ہے‘ اور جو ناشکرے ہیں وہ جان لیں کہ اللہ تعالیٰ بے نیاز اور تعریفوں والا ہے۔‘‘

حدیثِ نبویؐ اور لقمان حکیم

اللہ کے رسول ﷺ نے بھی حضرت لقمان کی تعریف کی ہے۔ انہیں ’’عبد صالح‘‘ سے موسوم کیا ہے اور ان کی بعض حکمتوں کی تصدیق فرمائی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود ؓ فرماتے ہیں کہ جب یہ آیت ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ (الانعام: ۸۲) ’’وہ

لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان میں ظلم کی ملاوٹ نہیں کی‘‘ نازل ہوئی تو یہ بات لوگوں پر بہت گراں گزری اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، فَأَيُّنَا لَا يَظْلِمُ نَفْسَهُ؟ ’’اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے کون ایسا ہے جو اپنی جان پر ظلم نہ کرتا ہو؟‘‘ آپ ﷺ نے فرمایا: ((إِنَّهُ لَيْسَ الَّذِي تَعْنُونَ، أَلَمْ تَسْمَعُوا مَا قَالَ الْعَبْدُ الصَّالِحُ: ﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ۭ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ⑬﴾ (لقمٰن) إِنَّمَا هُوَ الشِّرْكُ)) ’’اس سے مراد وہ نہیں ہے جو تم سمجھ رہے ہو۔ کیا تم نے اللہ کے نیک بندے (لقمان) کی بات نہیں سنی (جو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہی تھی): اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا‘ بلاشبہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ یعنی اس (مذکورہ ظلم) سے مراد شرک ہے‘‘۔(۴)

اس حدیث میں اللہ کے رسول ﷺ نے انہیں ’’عبد صالح‘‘ یعنی اللہ کا نیک بندہ کہا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا:

((اَنَّ لُقْمَانَ الْحَكِيمَ كَانَ يَقُولُ: اِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ إِذَا اسْتُوْدِعَ شَيْئًا حَفِظَهُ))
’’لقمان حکیم یہ کہا کرتے تھے کہ جب کسی چیز کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دیا جائے تو وہ اس کی حفاظت ضرور کرتا ہے۔‘‘(۵)

ایک دوسری حدیث میں بھی آپ ﷺ نے حضرت لقمان کو حکیم سے موسوم کیا اور ان کی بات کی تائید بھی فرمائی۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ: يَا بُنَيَّ إِيَّاكَ وَالتَّقَنُّعَ، فَإِنَّهَا مَخُوفَةٌ بِاللَّيْلِ مَذَلَّةٌ بِالنَّهَارِ)) (۶)
’’حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا: بیٹے! تقنّع (منہ ڈھانپنے) سے بچو‘ کیونکہ یہ رات کو خوف کا ذریعہ اور دن کو ذلت کا باعث ہے۔‘‘

بزرگانِ دین اور لقمان حکیم

سلف صالحین کے اقوال کو دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے بھی ان کا ذکر خیر کیا ہے اور ان کے اوصاف کا تذکرہ کر کے ان کی تعریف کی ہے۔

☆ عبدالرحمٰن بن حرملہ کہتے ہیں کہ ایک سیاہ فام غلام سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے کچھ پوچھنے کے لیے آیا تو انہوں نے اس سے فرمایا: ’’تم اس وجہ سے پریشان نہ ہونا کہ تمہارا

رنگ سیاہ ہے۔ تین سیاہ فام لوگ بہترین لوگوں میں سے تھے: (۱) حضرت بلال رضی اللہ عنہ (۲) حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام مہجع (۳) لقمان حکیم (۷)

☆ وہب بن منبہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قَرَأْتُ مِنْ حِكْمَةِ لُقْمَانَ أَرْبَحَ مِنْ عَشَرَةِ آلَافِ بَابٍ (۸) ’’میں نے لقمان حکیم کی بعض حکمتوں کو پڑھا تو انہیں دس ہزار باتوں سے بھی زیادہ وزنی پایا۔‘‘

☆ عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اِنَّ اللّٰهَ رَفَعَ لُقْمَانَ الْحَكِيمَ بِحِكْمَتِهِ (۹) ’’اللہ تعالیٰ نے لقمان حکیم کو ان کی دانائی کی وجہ سے بلند مقام عطا فرمایا تھا۔‘‘

☆ امام اہلِ مدینہ مالک بن انس رحمہ اللہ نے اپنی حدیث کی کتاب ’’موطا‘‘ میں ان کا اور ان کی بعض وصیتوں کا ذکر کیا ہے۔ ایک جگہ لکھتے ہیں: ’’مجھ تک یہ بات پہنچی کہ لقمان حکیم سے پوچھا گیا: (حکمت و دانائی میں) آپ کو یہ اونچا مقام کیسے حاصل ہوا؟ انہوں نے جواب دیا: صِدْقُ الْحَدِيثِ، وَاَدَاءُ الْاَمَانَةِ، وَتَرْكُ مَا لَا يَعْنِينِي یعنی سچ بولنے‘ امانت داری اور فضول چیزوں کو چھوڑ دینے سے مجھے یہ مقام ملا ہے۔‘‘(۱۰) امام مالک رحمہ اللہ ایک اور جگہ لکھتے ہیں: ’’ان تک یہ بات پہنچی کہ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو یہ وصیت کی: يَا بُنَيَّ جَالِسِ الْعُلَمَاءَ، وَزَاحِمْهُمْ بِرُكْبَتَيْكَ، فَإِنَّ اللّٰهَ يُحْيِي الْقُلُوبَ بِنُورِ الْحِكْمَةِ، كَمَا يُحْيِي اللّٰهُ الْأَرْضَ الْمَيْتَةَ بِوَابِلِ السَّمَاءِ ’’بیٹے! علماء کے ساتھ بیٹھا کرو اور ان کے بہت زیادہ قریب رہا کرو۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ حکمت کے نور سے دلوں کو ایسے زندہ کر دیتا ہے جیسے بنجر زمین کو موسلا دھار بارش سے زندہ کر دیتا ہے۔‘‘(۱۱)

☆ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے ’’کتاب الزھد‘‘ میں ایک عنوان یوں قائم کیا ہے: زهد لقمان عليه السلام (۱۲) پھر اس باب کے تحت ان کے بارے میں بہت سے آثار ذکر کیے اور ان کی بعض حکمتوں اور وصیتوں کا تذکرہ بھی کیا۔

☆ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: وَكَانَ رَجُلًا صَالِحًا، ذَا عِبَادَةٍ وَعِبَارَةٍ وَحِكْمَةٍ عَظِيمَةٍ ’’لقمان حکیم صالح‘ عبادت گزار‘ بڑی عمدہ عبارات اور عظیم حکمت والے تھے۔‘‘(۱۳)

لقمان حکیم کی وصیتوں کی خصوصیات

عربی زبان میں وصیت کا لفظ مختلف معنوں میں استعمال ہوتا ہے‘ جن میں سے ایک معنی یہ

بھی کیا جاتا ہے کہ ’’ایسا عمل جس کا حکم تاکید کے ساتھ دیا جائے اور حکم دینے والا عامل سے شدتِ اہتمام کا مطالبہ کرے۔‘‘ اس اعتبار سے لقمان حکیم کی وصیتوں کا مطلب یہ ہوگا کہ ’’وہ کام جن کے کرنے کا انہوں نے اپنے بیٹے کو بڑی ہی تاکید کے ساتھ حکم دیا اور بڑے اہتمام کے ساتھ ان کو بجالانے کا اس سے مطالبہ کیا۔‘‘

لقمان حکیم کی وصیتوں کی بہت سی خوبیاں اور خصوصیات ہیں جن سے ان کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) ان وصیتوں کی سب سے بڑی خصوصیت اور خوبی یہ ہے کہ یہ قرآن کریم کا حصّہ ہیں۔ اللہ عزّوجل کو ان کی یہ وصیتیں اس قدر پسند آئیں کہ ان کو سب سے افضل کتاب میں شامل کر دیا۔ چنانچہ سورۃ لقمان کی سات آیات (۱۳ تا ۱۹) ان کی اہمیت اور شرف کی بہت بڑی دلیل ہیں۔

ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ قرآن مجید میں ان وصیتوں کے ذکر کا معنی ہی یہ ہے کہ ہم ان پر عمل پیرا ہوں‘ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس ؓ کا یہ قول نقل کیا جاتا ہے: لُقْمَان لَمْ يكن نبيًّا وَلَا ملكًا وَلٰكِن كَانَ رَاعيا أسود، فرزقه الله الْعِتْق وَرَضِي قَوْله ووصيته فَقص أمره فِي الْقُرْآن لتمسكوا بوصيته ’’لقمان نہ نبی تھے اور نہ ہی بادشاہ‘ بلکہ وہ ایک سیاہ فام چرواہے تھے‘ اللہ تعالیٰ نے انہیں آزادی کی نعمت سے نوازا‘ اور ان کی باتوں اور وصیتوں کو پسند فرمایا اور ان کا ذکر قرآن مجید میں اس لیے کیا کہ تم ان کی وصیت و نصیحت کو مضبوطی سے تھام لو۔‘‘(۱۴)

(۲) حضرت لقمان کی وصیتیں مختلف الجوانب ہیں‘ یعنی ان میں زندگی کے تمام پہلوؤں کو مدِّنظر رکھا گیا ہے۔ عقیدہ کے ساتھ عبادات کا بھی بیان ہے۔ حسنِ اخلاق کی وصیت کے ساتھ طرزِ معاشرت اور انفرادی و اجتماعی اصلاح کا ذکر بھی موجود ہے۔ گویا یہ ہر باپ کو سبق ہے کہ اپنے بچوں کی تربیت صرف کسی ایک پہلو پر محصور نہ رکھے‘ بلکہ تمام پہلوؤں کو مدِّنظر رکھے۔ حضرت لقمان نے اپنے بیٹے کو جہاں سب سے عظیم بات ’’توحید‘‘ کی وصیت کی‘ وہیں معمولی ادب یعنی چال میں میانہ روی کی بھی وصیت کی‘ لوگوں کے ساتھ حسنِ تعامل کا حکم دیا تو اپنی ذات کی اصلاح کی بھی وصیت فرمائی۔ لقمان کی پہلی وصیت توحید اور دوسری وصیت آخرت پر ایمان سے متعلق تھی۔

(۳) ان وصیتوں میں تدریج (الأهم فالأهم) کا اسلوب اختیار کیا گیا ہے‘ یعنی اہم ترین چیز کا

ذکر سب سے پہلے کیا‘ پھر دوسرے درجے کی اہم چیزوں کا ذکر بالترتیب رکھا۔ چنانچہ سب سے عظیم چیز توحید باری تعالیٰ کا ذکر پہلے نمبر پر کیا‘ اس کے بعد باقی چیزوں کو رکھا۔ پہلے خالق کے حقوق کا ذکر کیا‘ اس کے بعد مخلوق کے حقوق کے بارے میں بات کی۔ مخلوق کے حقوق میں سب سے پہلے والدین کا حق اور پھر معاشرے کے حقوق کا ذکر کیا۔ (حضرت لقمان کی پہلی نصیحت ’’اجتناب عن الشرک‘‘ کے بعد خود باری تعالیٰ نے اپنی طرف سے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کی نصیحت فرمائی۔)

(۴) لقمان حکیم کی ان وصیتوں میں صرف ظاہر کی اصلاح پر زور نہیں دیا گیا‘ بلکہ اس کے ساتھ ساتھ باطن کی اصلاح پر بھی خصوصی توجہ دی گئی ہے‘ جس سے ان وصیتوں کی قدر و قیمت اور بھی بڑھ جاتی ہے۔

(۵) لقمان حکیم نے جن باتوں کی وصیت اپنے بیٹے کو کی اس سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک ذی علم‘ متقی شخص ہونے کے ساتھ ایک ماہر اور بہترین مربی بھی تھے۔ اس لحاظ سے ان کی نصیحتوں کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے کہ یہ کسی معمولی شخصیت کے نصائح نہیں ہیں بلکہ ایک دانا‘ زیرک اور عظیم فہم و فراست کے مالک شخص کی ہدایات ہیں۔ خود اللہ تعالیٰ نے ان کے بارے میں فرمایا:

﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ﴾ (لقمٰن:۱۲)

’’اور یقیناً ہم نے لقمان کو حکمت (دانائی) عطا کی۔‘‘

کسی کو حکمت مل جانا اُس کے لیے خیر کثیر کے حصول کی دلیل ہے۔ فرمانِ ربّ العالمین ہے:

﴿يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۲۶۹﴾﴾ (البقرۃ)

’’اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے‘ اور جسے حکمت دی گئی اسے بہت زیادہ بھلائی عطا کی گئی‘ اور صرف عقل والے ہی نصیحت حاصل کرتے ہیں۔‘‘

اس سے ہمیں بخوبی یہ اندازہ ہو جانا چاہیے کہ یہ وصیتیں کس قدر قیمتی ہیں!

(۶) ان میں تربیت کے ایسے بنیادی اصول وضوابط ذکر کر دیے گئے ہیں کہ قیامت تک آنے والا کوئی بھی مربّی جو صحیح معنوں میں کسی (اپنی اولاد‘ شاگردوں‘ ماتحت لوگوں) کی تربیت کا خواہش مند ہو‘ وہ ان سے مستغنی نہیں ہوسکتا۔ یہ ان مسلمانوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہے جو تربیت کے

معاملے میں یہود ونصاریٰ اور غیر مسلموں سے رہنمائی لیتے ہیں‘ ان کی کتابیں پڑھ کر ان کے اصولوں کے مطابق تربیت کرنے کی کوشش کرتے ہیں‘ مگر تربیت کے ان قرآنی اصولوں سے غافل ہیں۔

(۷) کوئی بھی مربّی ان وصیتوں پر عمل پیرا ہو کر بھرپور اور بہتر انداز میں تربیت کر سکتا ہے‘ خصوصاً نسلِ نو کی تربیت کے لیے یہ مشعلِ راہ ہیں۔ لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کی عمر اور اس کے سمجھنے کی صلاحیت کے معیار کو سامنے رکھ کر یہ نصیحتیں کی ہیں‘ اور عصرِ حاضر میں اس کی اشد ضرورت ہے کہ اُمّتِ مُسلمہ کے نوجوانوں کی تربیت انہی بنیادوں پر کی جائے۔ (جاری ہے)

حواشی

(۱) البداية والنهاية، ط هجر ۳/۶، تفسير القرطبى ۱۴/۵۹

(۲) تفسير الطبري ۲۰/۱۳۴_۱۳۶‘ تفسير القرطبى ۱۴/۵۹‘ البداية والنهاية ۳/۹_۱۰

(۳) سیرت ابن ہشام ۲/۵۳

(۴) صحیح البخاری: ۴۲۲۹، صحیح مسلم: ۱۲۴، مسند احمد ۱/۳۷۹ الفاظ مسند احمد کے ہیں۔

(۵) مسند احمد ۲/۸۷، سنن کبریٰ نسائی: ۱۰۲۷۵‘ شعب الایمان للبیہقی: ۳۰۷۳۔ مسند کے محققین اور علامہ احمد شاکر نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

(۶) مستدرک حاکم ۲/۴۱۱، امام حاکم رحمہ اللہ اس روایت کی تخریج کے بعد فرماتے ہیں: هٰذا مَتْنٌ شَاهِدُهُ إِسْنادٌ صَحِيحٌ کہ یہ ایسا متن ہے جس کے شاہد کی سند صحیح ہے۔ امام ذہبی رحمہ اللہ نے بھی اسے صحیح کہا۔

(۷) البداية والنهاية، ط هجر ۳/۷

(۸) تفسير القرطبي ۱۴/۶۱

(۹) البداية والنهاية، ط هجر ۳/۸

(۱۰) الموطأ، ۲/۵۸۸ ح: ۲۸۳۰، تحقيق: بشار العواد

(۱۱) الموطأ، ۲/۲۰۲ ح: ۲۸۵۹، تحقيق: بشار العواد، كتاب الزهد للإمام أحمد، ص ۸۹، ح: ۵۵۲

(۱۲) کتاب الزہد للامام احمد‘ ص ۴۳

(۱۳) البداية والنهاية، ط هجر ۳/۶

(۱۴) تفسير الزمخشري (الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل) ۳/۴۹۳

مسند أبي داؤد الطيالسي: ۲۲۲۳‘ مسند البزار: ۲۴۹۳

❁❁❁

ع کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا!

سقوطِ خلافت اور ترکی میں احیاءِ اسلام کی کوششیں

فرید بن مسعود☆

حضرت نعمان بن بشیر ؓ حضرت حذیفہ بن یمان ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((تَكُوْنُ النُّبُوَّةُ فِيْكُمْ مَاشَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ، فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا عَاضًّا، فَيَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ يَكُوْنَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ مُلْكًا جَبْرِيَّةً، فَتَكُوْنُ مَا شَاءَ اللّٰهُ اَنْ تَكُوْنَ، ثُمَّ يَرْفَعُهَا اِذَا شَاءَ اَنْ يَّرْفَعَهَا، ثُمَّ تَكُوْنُ خِلَافَةً عَلٰى مِنْهَاجِ النُّبُوَّةِ)) ثُمَّ سَكَتَ [رواہ احمد والبیہقی فی ”دلائل النبوۃ“]

”نبوت تمہارے اندر باقی رہے گی جب تک اللہ اسے باقی رکھنا چاہے گا۔ پھر جب اللہ اسے اٹھانا چاہے گا تو اٹھا لے گا۔ پھر نبوت کی طرز پر خلافت قائم ہوگی‘ تو اسے بھی جب تک اللہ باقی رکھنا چاہے گا‘ یہ بھی باقی رہے گی۔ پھر وہ اسے بھی اٹھا لے گا جب اسے اٹھانا چاہے گا۔ پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی‘ تو یہ بھی جب تک اللہ رکھنا چاہے‘ رہے گی۔ پھر اللہ اسے بھی اٹھا لے گا جب وہ اسے اٹھانا چاہے گا۔ پھر جبری بادشاہت ہوگی‘ تو یہ بھی جب تک اللہ اسے رکھنا چاہے گا‘ رہے گی۔ پھر جب اسے اٹھانا چاہے گا‘ اٹھا لے گا۔ پھر نبوت کی طرز پر خلافت ہوگی۔“ (راوی نے کہا کہ) پھر آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔

اس حدیث کے مطابق رسول اللہ ﷺ اپنی زندگی کے ۶۳ قیمتی سال دنیا میں گزار کر رحلت فرما گئے۔ آپ ﷺ کے بعد اس نظام کو دوام دیتے ہوئے صحابہ کرام ؓ نے خلافت

☆ قرآن اکیڈمی یاسین آباد‘ کراچی

علیٰ منہاج النبوۃ قائم فرمائی جوان ہی کی زیرِ قیادت ۳۰ برس تک قائم رہی۔ حضرت حسن بن علی ؓ کے بعد یہ نظام تبدیل ہوگیا اوراس کی جگہ ملوکیت نے لے لی۔ مگر اسلامی نظام اس وقت بھی اپنی وسعتوں کے ساتھ بقیہ منازل میں قائم رہا۔ علمیت‘ سیاست‘ قانون‘ معاشرت‘ نظامِ تعلیم‘ الغرض ہر سطح پر اسلام کا غلبہ تھا۔ اس ادارے کو بھی خلافت کا نام دیا جاتا رہا‘ جس نے اُمّتِ مُسلمہ کی قیادت کی ذمہ داری سنبھالی۔ سب سے پہلی حکومت بنواُمیہ نے قائم کی جو ۹۲ سال تک قائم رہی۔ اس کے بعد بنوعباس کا دور آیا اورانہوں نے ۵۰۰ سال سے زائد اُمّت پر حکمرانی کی۔ عباسی حکومت کے دورِانحطاط میں جہاں عیش وعشرت اور اندرونی خانہ جنگیوں نے مملکت کو کمزور کیا وہیں خود مختار ہونے والی ریاستیں بھی عباسی حکومت کے اثر کو زائل کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ یورشِ تاتار نے تو اس تباہی کے تابوت میں آخری کیل ٹھونک دی۔

یہاں سے قرآن حکیم کی آیت میں استعمال ہونے والے الفاظ ﴿وَّاٰخَرِیۡنَ مِنۡہُمۡ لَمَّا یَلۡحَقُوۡا بِہِمۡ ؕ﴾ (الجمعة:۳) کی تعبیر پوری ہوتی نظر آتی ہے۔ اسلام کی دعوت وتبلیغ کے نتیجے میں تاتاری قبائل ایمان لائے اور ترک بادشاہ ارطغرل کے بیٹے سلطان عثمان خان نے اس عظیم دولتِ عثمانیہ کی بنیاد رکھی جس نے آگے جا کر مسندِ خلافت سنبھالی۔ ۱۵۱۸ء میں آخری عباسی خلیفہ متوکّل علی اللہ نے سلطان سلیم اوّل کے ہاتھ پر بیعت کر کے ادارۂ خلافت عثمانیوں کے ہاں منتقل کر دیا۔ اس خلافت کا دورِعروج سلطان سلیمان اوّل کا دور تھا کہ جب خلافت کا پرچم تین براعظموں اور تین بحرِاعظموں پر لہرا رہا تھا۔ مگر یہیں سے اس سلطنت کا زوال شروع ہوتا ہے۔ ۱۶۸۳ء میں ویانا میں شکست ہوئی۔ اگلے چند سال میں پولینڈ‘ ہنگری اور ٹرانسلوانیہ (Transylvania) بھی ہاتھ سے نکل گیا‘ یہاں تک کہ ۱۷۶۸ء میں روس سے بھی شکست ہوئی۔

اس تمام عرصے میں سلطنت میں عیسائیوں کا اثر ورسوخ بہت زیادہ بڑھ گیا تھا۔ کئی اُمراء وباج گزار بھی الگ ہوتے چلے گئے۔ معیشت بھی بہت کمزور ہوگئی تھی۔ عوام کو مطمئن کرنے کے لیے وقتاً فوقتاً اصلاحات سے کام لیا گیا۔ ان اصلاحات کے پس پردہ مغربی تہذیب نے بھی ترکی میں جگہ بنالی۔ یورپی طرزِ تعمیر کی عمارتیں قائم ہونے لگیں‘ نظامِ پارلیمنٹ قائم ہوا‘ دستور بنایا گیا‘ سفارت خانے بنائے گئے‘ یونیورسٹی بنائی گئی وغیرہ۔ اس کی ایک وجہ یورپی تعلیم یافتہ نوجوان تھے جنہوں نے مغربی نظام سے مرعوب ہو کر ۱۸۶۰ء میں ایک خفیہ تنظیم قائم کی جس کا نام

Young Turks تھا۔ اسی تنظیم نے سلطان مراد کے ذریعے اپنی من پسند اصلاحات کروائیں۔ پھر کچھ عرصے بعد جب سلطان عبدالحمید ثانی آئے تو انہوں نے اس تنظیم کے خلاف اقدامات کیے۔ انتقاماً اس تنظیم نے اس خلیفہ کو معزول کروادیا اوراس کی جگہ خلیفہ رشاد کو بٹھا دیا۔

اسی دور میں دولت عثمانیہ کو روس اور یونان سے جنگوں میں شکست ہوئی۔ اٹلی نے ۱۹۱۱ء میں طرابلس پر حملہ کر دیا اوراس کے ملحق علاقے مثلاً جزیرہ روڈس (Rhodes) پر بھی قبضہ کرلیا۔ اسی طرح روس کی شہ پر سرویا (Servia)‘ البانیہ‘ یونان‘ بلغاریہ اور مانٹی نیگرو نے خلیفہ کے خلاف اتحاد کر کے جنگِ بلقان چھیڑ دی اور ۲ سال کے قلیل عرصے میں یہ تمام علاقے بھی سلطنت سے باہر ہوگئے۔ ۱۹۱۴ء میں جب جنگ عظیم اول چھڑی تو ترکی نے اتحادی ممالک (برطانیہ‘ فرانس‘ روس وغیرہ) کے خلاف جرمنی سے اتحاد کرلیا۔ اس اتحاد کا ترکی کو یہ نقصان بھگتنا پڑا کہ قبرص‘ مصر‘ آرمینیا‘ تفلس‘ ترابزون‘ ارضِ روم وغیرہ پر بھی اتحادیوں کا قبضہ ہوگیا۔ ۱۹۱۷ء میں حجاز اور عرب کا علاقہ بھی سلطنت سے الگ ہوگیا۔

ایک اہم معرکہ ۱۹۱۵ء میں درۂ دانیال اور چناق قلعے میں پیش آیا۔ اس مقام پر مصطفیٰ کمال پاشا اتاترک تعینات تھا۔ اس معرکے میں اتحادیوں کو بہت ہزیمت اٹھانی پڑی۔ ایسے میں مصطفیٰ کمال پاشا کی فوجی صلاحیت کی دھاک پوری دنیا میں بیٹھ گئی۔

۱۹۲۰ء میں ترکی میں انتخابات ہوئے اوران میں قوم پرستوں کو ایک واضح فتح ہوئی۔ مصطفیٰ کمال بھی رکنِ پارلیمنٹ بنا اور اسمبلی نے اسے صدر منتخب کیا۔ نیا لادین (Secular) دستور تیار کیا گیا۔ صدر بننے کے بعد مصطفیٰ کمال نے جنگوں اور مذاکرات کے بعد ترکی کے اپنے علاقے واگزار کروائے اور اتاترک کا لقب حاصل کیا۔ ۱۹۲۳ء کو نئے جمہوریہ ترکیہ کا قیام عمل میں آیا۔ ۳ مارچ ۱۹۲۴ء کو مسندِ خلافت‘ جو کہ کبھی تین دن سے زیادہ خالی نہیں رہی تھی‘ اسے ہمیشہ کے لیے خالی کر دیا گیا۔

چاک کردی ترکِ ناداں نے خلافت کی قبا
سادگی اپنوں کی دیکھ اوروں کی عیاری بھی دیکھ!

کمالی اصلاحات

(۱) آئین سے اسلام کی بحیثیت ریاستی مذہب بے دخلی

(۲) شرعی عدالت‘ منصبِ شیخ الاسلام‘ مدارس اور اوقاف کے نظام کا خاتمہ

(۳) Masjid-free دارالحکومت انقرہ کا قیام

(۴) شریعت منسوخ کر کے سوئٹزرلینڈ کا قانونِ دیوانی‘ اٹلی کا قانونِ فوجداری اور جرمنی کے قانونِ تجارت کا نفاذ

(۵) عربی رسم الخط ختم کر کے لاطینی رسم کا اجراء اور عرب سے تعلق رکھنے والی ہر شے کو مٹانا

(۶) فیض (ترکی ٹوپی)‘ عمامہ‘ قلپاق‘ حجاب‘ سکارف‘ نقاب وغیرہ پر پابندی

(۷) خانقاہوں اور سلاسلِ تصوف پر پابندی

(۸) میلادی تقویم کا اجراء اور جمعہ کے بجائے اتوار کی چھٹی

(۹) اذان‘ نماز‘ قرآن ترکی زبان میں پڑھنے کا حکم‘ وغیرہ

حکومت کے خلاف بغاوتیں

حکومت کے ان لادین اور غیر جمہوری اقدامات کے خلاف کئی مسلّح اور غیر مسلّح بغاوتیں رونما ہوئیں‘ جنہیں طاقت کے زور پر ختم کر دیا گیا۔ مثلاً:

(۱) کردوں کی ۱۹۲۵ء‘ ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۰ء کی بغاوتیں

(۲) ۱۹۲۶ء میں مصطفیٰ کمال کی رہائش گاہ کے باہر غیر مسلح اقدام

(۳) ۱۹۲۵ء میں نقشبندی رہنماؤں شیخ سائت‘ شیخ عبداللہ اور شیخ سعید کی بغاوتیں

اسلامی بیداری

۶۰۰ سالہ خلافت نے چونکہ عوام کے دل و دماغ میں اسلام کی محبت کو راسخ کر دیا تھا‘ اسی لیے اتنے جبر کے باوجود ان کے سینوں میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کی شمع جلتی رہی۔ پھر جنگِ عظیم دوم اور اس کے بعد کی غیر مسلموں سے جنگوں نے اس کی لو کو مزید تیز کر دیا۔ اقبال نے جو بات ’’ہسپانیہ‘‘ کے بارے میں کہی تھی وہ گویا ترکی پر بھی صادق آتی ہے۔

پوشیدہ تری خاک میں سجدوں کے نشاں ہیں
خاموش اذانیں ہیں تری بادِ سحر میں!

اس کے نتیجے میں ترکی میں کئی اسلامی تحریکوں نے جنم لیا جن کا منبع و سرچشمہ شیخ بدیع الزماں سعید نورسیؒ کی ذات تھی۔

شیخ بدیع الزماں سعید نورسیؒ

شیخ بدیع الزماں سعید نورسیؒ کا تعلق تفلس کے ایک دینی اور علمی گھرانے سے تھا۔ ابتدا ہی سے علومِ دینیہ کی تحصیل میں مشغول رہے اور ۱۸ سال کی عمر میں ان کا شمار علماء میں ہونے لگا۔ ابتداءً Young Turks کی تحریکِ اصلاحات میں شامل تھے مگر جلد ہی اس کی حقیقت جان کر ان سے علیحدگی اختیار کر لی۔ اس کے مقابل آپ نے ایک ’’انجمن اتحاد محمدی ﷺ‘‘ قائم کی جس کا مقصد وحدتِ اُمت‘ اصلاح اور تنفیذِ شریعت تھا۔ کئی مرتبہ گرفتار ہوئے اور جیلیں کاٹیں۔ جنگِ عظیم دوم کے دوران رضا کارانہ طور پر خلیفہ کی فوج میں خدمات انجام دیں۔ آپ دن میں محاذ پر ہوتے اور رات میں نوجوانوں کو درسِ قرآن دیتے۔ دورانِ جنگ روس کی فوج نے قیدی بنا کر سائبیریا بھیج دیا۔ طویل عرصے قید کے بعد ترکی واپس آئے۔

اب ترکی کے حالات بدل چکے تھے‘ اسی لحاظ سے آپ نے حکمتِ عملی بھی تبدیل کی۔ آپ سیاست اور عملی جدّوجُہد کے میدان سے باہر آ کر ملّت کی زبوں حالی کا علاج قرآنی نور سے کرنے لگے۔ یہ ایک منفرد انداز کی تفسیرِ قرآن یا تعبیرِ قرآن ہے جو رسالوں کی صورت میں ’’رسائلِ نور‘‘ کے نام سے معروف ہیں۔ اس کے ذریعے ترک قوم میں بیداری‘ عزّتِ نفس اور دین داری کی روح پھونکی گئی۔ اس کے ثمرات عرصے بعد ایک تناور درخت کی صورت اختیار کر گئے۔ اس دوران آپ کو کئی بار جھوٹے الزامات کے تحت جیل بھی بھیجا گیا مگر آپ کی ہمت و استقلال میں کمی نہیں آئی اور آپ برابر اس کام میں مشغول رہے۔

آخری عمر میں جب اسلامی جماعتوں کا قیام عمل میں آیا تو آپ نے اپنے پیروکاروں کو ان کی حمایت کی تلقین کی۔ آپ نے اشتراکیت پر بہت تنقید کی اور آخری عمر تک اس کے خلاف رہے۔ آپ ۲۷ رمضان المبارک ۱۹۶۰ء کو خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

نجم الدین اربکان

شیخ نورسی نے ترک عوام میں اسلام بیداری کی جو روح پھونکی یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ اسلامی دعوت کے علمبردار اسی دعوت کو لے کر اٹھے اور تحریکِ اسلامی اور اسلامی نظام کا تصور پیش کیا۔ اسی جدّوجُہد کے لیے ملی نظام پارٹی کا قیام عمل میں آیا۔

نجم الدین اربکان بحر اسود کے ساحلی شہر Sinop میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا سلجوق

کابینہ کے وزیرخزانہ اور والد ایک شرعی عدالت کے جج تھے۔ آپ کی تعلیم کا آغاز انجینئرنگ سے ہوا۔ جب آپ نے انجینئرنگ کالج میں داخلہ امتحان دیا تو اتنے زیادہ نمبر حاصل کیے کہ آپ کو براہِ راست دوسرے سال میں داخلہ مل گیا۔ تعلیم کے بعد وہیں لیکچرار مقرر ہو گئے۔ ۱۹۵۱ء میں وہیں سے پہلا اور ۱۹۵۲ء میں جرمنی سے دوسرا پی ایچ ڈی کیا۔ ۱۹۶۷ء میں چیمبر آف کامرس کے سیکرٹری جنرل اور اگلے ہی سال صدر منتخب ہو گئے' مگر لادین قوتوں کی کوشش سے آپ کو برطرف کر دیا گیا۔ ایسے میں آپ نے ملت کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا۔ ۱۹۶۹ء میں آزادانہ انتخاب لڑ کر پارلیمنٹ پہنچے اور ہم خیال لوگوں کے ساتھ مل کر Milli Nizam Partisi (ملی نظام پارٹی) بنائی۔ اس کی رکنیت کی شرط یہ تھی کہ وہ شخص نماز کا پابند اور باکردار آدمی ہو۔ اس پارٹی کے اسلام پسند خیالات اور بڑھتی ہوئی مقبولیت کے پیشِ نظر اس پر ۱۷ ماہ بعد ہی پابندی لگا دی گئی۔ ۱۹۷۲ء میں Millî Selâmet Partisi (ملی سلامت پارٹی) کے نام سے ایک اور جماعت بنائی۔ اس جماعت کے اخبار ''ملت'' پر واضح الفاظ میں لکھا ہوتا: ''جب عدل قائم ہوگا تو کفر کا خاتمہ ہو جائے گا۔''

آنے والے الیکشن سے قبل اربکان پس پردہ رہے' اور پھر الیکشن لڑ کر پارلیمنٹ میں آ گئے۔ نائب صدر کی حیثیت سے آپ نے خارجہ پالیسی کو کافی حد تک تبدیل کیا۔ اسلامی کانفرنس کا بھی انعقاد کرایا۔ انسدادِ سود اور بے حیائی کے خلاف بھی بہت کام کیا۔ ۱۹۸۰ء میں اس الزام پر کہ آپ نے اسلام کے ذریعے سیکولر نظام کو چیلنج کیا ہے' حکومت کو گرا کر اور سیاسی جماعتوں پر پابندی لگا کر مارشل لاء لگا دیا گیا۔ اس کے بعد اربکان نے Refah Partisi (رفاہ پارٹی) کے نام سے ایک اور پارٹی بنا لی۔ مارشل لاء کے دوران عوام میں دعوت کے ذریعے مقبولیت حاصل کی۔ ۱۹۹۴ء کے بلدیاتی انتخابات میں اہم شہروں یعنی استنبول' انقرہ' قونیہ' ارضِ روم' دیار بکر وغیرہ میں کامیابیاں حاصل کیں۔ ۱۹۹۵ء میں عام انتخابات میں کامیابی حاصل کی اور ۱۹۹۶ء میں اربکان نے وزیر اعظم کا حلف اٹھایا۔

اصلاحات و اقدامات

انفرادی سطح پر جہاں اسکارف کی آزادی دی اور مدارس کے ساتھ تعاون کیا وہیں نئی مساجد کا قیام اور دینی رہنماؤں سے ملاقات کے ذریعے ایک تعاون کی فضا قائم کی۔ قبرص میں

جاری جنگ میں مسلمانوں کی حمایت' سیکولر مخالف بیانات' صدر ضیاء الحق مرحوم کے اسلامی اقدامات کی تائید اور اسلامیات کی تعلیم لازمی کرنے ایسے اقدامات سے اندرونی طور پر لادین عناصر کے بیانات آئے اور امریکا نے بھی امداد بند کرنے کی دھمکی دی۔ جواب میں آپ نے امریکا کے فوجی اڈوں کے بند کرنے کی دھمکی دی۔ مسلم وزرائے خارجہ کی کانفرنس کا انعقاد اور فتحِ استنبول کی یاد میں یومِ شوکتِ اسلام کا انعقاد بھی اہم ہیں۔

ان اقدامات کی وجہ سے لادین طبقے میں ہلچل ہوئی اور فوج اور اپوزیشن کے دباؤ پر جون ۱۹۹۷ء میں اربکان کو استعفاء دینا پڑا۔ اس کے بعد بھی بار بار اربکان پر پابندی لگتی رہی۔ اس کے باوجود آپ اپنی جِدّوجُہد جاری رکھے ہوئے تھے' یہاں تک کہ آپ کے کچھ ساتھیوں نے مل کر ایک نئی جماعت بنائی' جس میں ترکی کے حالیہ صدر رجب طیب اردغان بھی شامل تھے۔

رجب طیب اُردُغان

رجب طیب اردغان استنبول کے قریبی علاقے قاسم پاشا میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ''امام خطیب اسکول'' سے حاصل کی' جو دینی تعلیمی ادارے کے طور پر معروف ہے۔ پھر مارمرا یونیورسٹی سے معاشیات کی ڈگری حاصل کی۔ یونیورسٹی کی تعلیم کے دوران ہی Milli Turk Talebe Birliği (انجمن ملی ترک طلبہ) میں شامل ہو گئے جو اسلام پسند اور اشتراکیت مخالف نظریات رکھتی تھی۔ ۱۹۷۴ء میں ایک ڈرامے کی تصنیف' ہدایت کاری اور پھر اداکاری بھی کی جس کے ذریعے پیغام دیا گیا تھا کہ فری میسن' اشتراکیت اور صہیونیت شیطنت ہیں۔ ۱۹۸۰ء میں رفاہ پارٹی میں شامل ہوئے اور ۱۹۹۱ء میں پارلیمنٹ کے رکن بنے۔ ۱۹۹۴ء میں استنبول کے میئر منتخب ہوئے۔

اس موقعے پر اردغان نے بہت اچھی حکمتِ عملی اپناتے ہوئے بہت سے مسائل میں گھرے ہوئے استنبول کو ایک طرف سیاسی' ڈرگ اور لینڈ مافیا سے آزاد کرایا تو دوسری جانب پانی کی قلت' آلودگی اور ٹریفک کا مسئلہ بھی حل کیا۔ استنبول ترکی کے آلودہ ترین شہروں میں شمار ہوتا تھا۔ اردغان نے ان چند سالوں میں انتھک محنت اور دل جمعی کے ساتھ استنبول کا حلیہ تبدیل کر دیا اور آج یہ دنیا کے خوبصورت ترین اور سیاحوں کے پسندیدہ ترین شہروں میں شمار کیا جاتا ہے۔

جب رفاہ پارٹی پر پابندیاں لگیں تو آپ بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مظاہروں میں شامل

رہے۔ ۱۹۹۹ء میں ایک جلسے میں اسلامی نظم پڑھنے کے جرم میں آپ کو دس ماہ قید کی سزا سنائی گئی۔

۲۰۰۱ء میں جب اردغان نے ’’Ak Partisi‘‘ بنائی تو اس کو استنبول میں ان کی مثالی کارکردگی کی بناء پر بہت مقبولیت حاصل ہوئی۔ ۲۰۰۲ء کے انتخابات میں Ak Partisi کو دوتہائی اکثریت سے کامیابی حاصل ہوئی اور اردغان ۲۰۰۳ء میں وزیرِاعظم منتخب ہوئے۔ اس کے بعد لگاتار تین عام انتخابات میں کامیابی حاصل کرتے رہے اور وزیرِاعظم منتخب کیے گئے۔ مجموعی طور پر اردغان نے ۱۹ انتخابات لڑے [۳ عام انتخابات‘ ۳ بلدیاتی انتخابات‘ ا ضمنی انتخاب اور ۲ ریفرینڈم] اور ان تمام میں کامیابی حاصل کی۔ ۲۰۱۴ء سے صدارتی منصب پر فائز ہیں۔ مئی ۲۰۲۳ء کے صدارتی انتخاب میں اردغان کو ایک بار پھر ترکی کا صدر منتخب کیا گیا۔

اصلاحات واقدامات

اُردغان کے معاشی کارناموں کی فہرست طویل ہے جن میں نمایاں یہ ہیں: کرنسی کی قدر میں حیرت انگیز اضافہ‘ شرح سود میں کمی‘ مہنگائی پر قابو‘ GDP میں ریکارڈ بڑھوتری‘ تعلیمی بجٹ میں چھ گنا اضافہ‘ انفرااسٹرکچر (ہائی ویز‘ زیرِزمین راستے‘ زیرِسمندر سرنگیں وغیرہ)۔

اسلامی زاویۂ نگاہ سے بھی آپ نے کئی اصلاحات کی ہیں‘ مثلاً حکومتی اداروں اور پارلیمنٹ میں حجاب کی اجازت‘ شراب/سگریٹ پر پابندی‘ کثرتِ آبادی کی حمایت وغیرہ۔ عالمی تناظر میں بھی اردغان نے اسلامی کاز کو بہت تقویت پہنچائی ہے‘ جیسے بشارالاسد کے خلاف مجاہدین کی حمایت اور مہاجرین کو پناہ دینا‘ اسرائیل سے اعلانیہ دشمنی اور غزہ کی حمایت‘ صدر مرسی اور الاخوان المسلمون کی حمایت اور سیسی کا بائیکاٹ‘ برما کے روہنگیا مسلمانوں کے قتل عام پر احتجاج اور ان کی امداد وغیرہ۔ ان تمام اقدامات کی وجہ سے وہ ترکی ہی نہیں بلکہ تمام عالمِ اسلام میں بہت پسند کیے جانے لگے۔ خاص طور پر تحریکاتِ اسلامیہ کے باہمی عمل کے لیے وہ مثال کے طور پر پیش کیے جانے لگے ہیں۔ رابعہ العدویہ کے واقعے پر رابعہ کے نشان پر اُمّت کو متحد کرنے پر بھی بہت مقبول ہوئے۔

خواجہ آفندی محمود استاعثمان اوغلو

تیسرا محاذ جس پر ترکی کے اسلام پسند کام کر رہے ہیں وہ روحانی اور صوفیانہ ہے۔ اس میں سب سے نمایاں اسمٰعیل آغا تحریک ہے۔ یہ ایک نقشبندی سلسلے سے منسلک ہے جو ترکی کے طول و

عرض میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس تحریک کے مرشد خواجہ آفندی محمود استاعثمان اوغلو ہیں۔

محمود آفندی ۱۹۲۹ء میں ترابزون کے ایک گاؤں میں ایک دینی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ گھر میں ہی دس سال کی عمر میں قرآن حفظ کرلیا۔ سولہ سال کی عمر میں روایتی علوم سے اجازتِ تدریس حاصل کی۔ بچپن ہی سے نہایت متصوفانہ مزاج کے حامل تھے اور اولیاء کرامؒ سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔ ۱۹۵۲ء میں مشہور صوفی بزرگ‘ شیخ علی حیدر آفندیؒ سے بیعت ہوئے۔ ۱۹۵۴ء میں استنبول میں امام کی حیثیت سے مقرر ہوئے۔ ۱۹۶۰ء میں اپنے شیخ کی وفات کے بعد ان کے جانشین بنے۔ ملکی حالات اور حکمتِ عملی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے آپ نے ۱۹۸۰ء میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر اعلانِ جہاد کیا‘ مگر اس جہاد کا محاذ دوسرا تھا‘ یعنی روحانی اصلاح۔ اس کے بعد سے آپ نے دعوت وتبلیغ کی نیت سے کئی ممالک کے سفر کیے جن میں عرب‘ شام‘ بخارا‘ ہند‘ انگلستان‘ جرمنی اور ایشیائے کوچک کے علاقے شامل ہیں۔ اس دوران آپ نے کئی صوفیاء ومشائخ سے ملاقاتیں کیں۔ خاص طور پر شیخ احمد سرہندیؒ کے مزار پر فاتحہ خوانی کی۔ ۲۰۱۱ء میں آپ نے اپنے پچاس ہزار پیروکاروں کے ہمراہ عمرہ ادا کیا۔

دنیادار صوفیوں کے برعکس آپ کا زور کرامات و بدعات پر نہیں تھا بلکہ آپ ایک راسخ العقیدہ عالم تھے۔ آپ کے بارے میں شیخ یوسف القرضاویؒ فرماتے ہیں: ’’یہ ایسے شخص نہیں جو کرامات‘ تفاخر‘ بدعات اور گمراہی کی دعوت دیں بلکہ یہ مضبوطی سے قرآن وسُنّت پر جمے ہوئے ہیں۔‘‘ شیخ علی الصابونیؒ بھی آپ کے پیروکاروں میں شامل تھے اور آپ سے بیعت بھی تھے۔ شیخ صابونی فرماتے ہیں: ’’شیخ محمود آفندی اس صدی کے مجدد ہیں اور صرف ترکی ہی کے نہیں بلکہ پوری دنیا کے شیخ ہیں۔‘‘

خواجہ محمود آفندی کی علمی خدمات میں قرآن حکیم کا ترکی زبان میں ترجمہ‘ ’’روح الفرقان‘‘ نامی تفسیر (۱۷ جلدیں لکھی جاچکی ہیں)‘ ’’صحبتیں‘‘ نامی چھ جلدوں پر موجود وعظ‘ دو جلدوں میں موجود ’’شرح رسائلِ قدسیہ‘‘ شامل ہیں۔ اس کے علاوہ آپ استنبول کی اسمٰعیل آغا مسجد میں باقاعدگی سے دروس دیتے رہے ہیں۔ ’’معرفت‘‘ نامی ایک جریدہ بھی جاری کیا۔ آپ کا ۲۳ جون ۲۰۲۲ء کو انتقال ہوگیا۔

اس تحریک اور شیخ کی شخصیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کے لاکھوں

پیروکار اس وقت ترکی اور دنیا بھر میں موجود ہیں۔ترکی کے وزیرِ اعظم اردغان کے بارے میں بھی مشہور ہے کہ وہ بھی اس تحریک سے وابستہ ہیں۔

شیخ فتح اللہ گولن

سیاسی محاذ کے علاوہ ایک دوسرے محاذ یعنی معاشرتی و تعلیمی اصلاح پر نمایاں ترین شخصیت کے طور پر شیخ فتح اللہ گولن کافی مقبولیت کے حامل ہیں۔گولن ترکی میں موجود Hizmet (خدمت تحریک) کے بانی ہیں۔

فتح اللہ گولن ۱۹۴۱ء میں ارضِ روم کے ایک علمی و دینی خانوادے میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد ایک مسجد کے امام تھے۔ابتدا ہی سے دینی تعلیم حاصل کی اور ۱۴ سال کی عمر میں پہلا وعظ کہا۔بہت عرصے تک مختلف علاقوں میں امامت وخطابت کے فرائض انجام دیتے رہے۔
آپ کے افکار بھی علامہ سعید نورسیؒ اور مولانا جلال الدین رومیؒ سے متاثر ہیں۔

آپ نے ترکی کے ماحول کو دیکھتے ہوئے جو حکمتِ عملی اپنائی وہ بہت ہی دُور اندیش اور دیرپا تھی،یعنی ترکی کے آئین کے تحت اظہارِ خیال کی آزادی کو تبلیغ اسلام کا ذریعہ بنایا۔آپ نے دعوت و تبلیغ اور جماعت سازی کا کام نہایت پس پردہ رہتے ہوئے کیا۔

اس تحریک کے زیرِ اہتمام ’’سلسلۂ صحبت‘‘ کے ذریعے روایتی طریقۂ وعظ کو جاری کیا اور علمی میدان میں درجنوں کتابیں اور کئی جریدے مثلاً Fountain,Sizinti‘ حرا وغیرہ شائع کیے۔تعلیم اور نوجوانوں کی دینی اور اخلاقی تربیت کے لیے ’’dershane‘‘ درس گاہوں اور ہاسٹلز کا نظام قائم کیا۔’’Kim Se Yok Mu‘‘ نامی فلاحی ادارے کے ذریعے عوامی ہمدردی حاصل کی۔ایک انجمن TUSKON کے نام سے قائم کی جس میں تاجروں کی اسلامی تربیت اور ذہن سازی کی جاتی ہے۔’’Journalists and Writers Foundation‘‘ نامی ادارے میں ایسے صحافیوں کو اکٹھا کیا جو کہ اسلام کا درد رکھنے والے ہیں اور اس کے ذریعے صحافتی میدان میں بہت کامیابی حاصل کی۔آج ترکی کا سب سے زیادہ پڑھا جانے والا اخبار ’’Zaman‘‘ ہے جو اسی ادارے کے زیرِ اہتمام نکلتا ہے۔اس تحریک کی ایک بہت بڑی خدمت بیرونِ ترکی بھی جاری و ساری ہے جس کے تحت دنیا کے بہت سے ملکوں میں اسکولز قائم ہیں۔ان میں

پاکستان کے پاک ترک اسکولز بھی شامل ہیں۔اس طرح ترکی میں شیخ گولن کے معتقدین کی ایک بہت بڑی تعداد موجود ہے جو اسکولوں، یونیورسٹیوں، تجارتی اداروں، میڈیا اور حکومتی اداروں میں بھی شامل ہیں۔

شیخ فتح اللہ گولن بہت سی کتابوں کے مصنف ہیں جن میں سیرت النبی ﷺ، نورِ سرمدی، المیزان، اسلام اور دورِ حاضر اور دیگر بہت سی کتب شامل ہیں۔

حالیہ کشمکش

ان تمام تحریکات میں ایک معاونت، یا اگر صحیح الفاظ میں کہا جائے تو عدم تعارض کا رویہ موجود تھا۔ایک دوسرے سے ٹکرائے بغیر اور برا بھلا کہے بغیر یہ تحریکات ترکی میں اسلام کے لیے بہت پائیدار کام کر رہی تھیں۔یہاں تک کہ ترکی دیگر اسلامی ممالک اور تحریکاتِ اسلامیہ کے لیے مثال بننے جا رہا تھا اور امید تھی کہ یہ تدریجی منہج کامیاب ہوگا۔لیکن بعض لادین عناصر کی ریشہ دوانیوں اور کچھ اپنوں کی غلطیوں کی وجہ سے شیخ فتح اللہ گولن اور رجب طیب اردغان میں ایک کشمکش کی سی کیفیت پیدا ہوگئی ہے۔گولن اور اُردغان ۲۰۱۳ء سے قبل تک اتحادی تھے۔یہ اتحاد ۲۰۱۳ء میں ہونے والی بدعنوانی کے خلاف تحقیقات سے ختم ہوگیا۔اس کشمکش سے شدید اندیشہ ہے کہ ترکی میں اسلام کا کام خطرے میں نہ پڑ جائے۔خدمت تحریک کی درس گاہوں پر متوقع پابندی کی خبر کے بعد گولن تحریک کی جانب سے حکومت اور طیب اردغان پر کرپشن کے الزامات لگائے گئے۔حکومت نے پولیس میں موجود گولن تحریک کے حامیوں کو برطرف کیا کہ یہ حکومت کو غیر مستحکم کرنے کے لیے کام کر رہے ہیں۔اس کے بعد گولن تحریک کی جانب سے چند سخت بیانات سامنے آئے تو ان کے کچھ صحافیوں پر پابندی لگادی گئی۔اب ایک ٹکراؤ کی سی کیفیت بن گئی ہے۔

شیخ گولن کی اس مقبولیت اور ان کے پیروکاروں کی حکومتی اداروں میں اثر ورسوخ کی وجہ سے ۱۹۹۷ء میں ان پر ’’متوازی ریاست‘‘ قائم کرنے کا بھی مقدمہ قائم کیا گیا جو ۲۰۰۸ء تک چلا۔حکومتی کابینہ کے دو وزراء معمر گل اور ظفر چاغلیان پر ایرانی تاجر رضا ضراب کے ساتھ اسمگلنگ میں تعاون کرنے کا بھی الزام لگایا گیا۔جب ان الزامات کا سلسلہ خود رجب طیب کے بیٹے تک پہنچا تو انہوں نے کچھ پولیس والوں اور کالم نگاروں پر پابندی لگادی۔

اس سے قبل Gezi Park کے معاملے میں بھی درخت کاٹنے کو بہانہ بنا کر مظاہرے پھوٹ پڑے‘ مگر اردغان ان سے بھی احسن جمہوری طریقے سے نمٹے۔ ان الزامات کے دوران شیخ گولن اپنے غیر سیاسی کردار کے برخلاف بی بی سی‘ وال سٹریٹ جرنل‘ واشنگٹن پوسٹ وغیرہ کو انٹرویو دیتے رہے جن میں انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں اپوزیشن کا کردار ادا کر رہا ہوں اور حکومت کو صحیح راہ دکھا رہا ہوں۔

کچھ عرصہ قبل شیخ گولن پر فوجی بغاوت میں فوج کی مدد کرنے کا بھی الزام لگایا گیا‘ اور ماوی مارمارا (Freedom Flotilla) کے واقعے میں بھی ان کا ایک متنازعہ کردار سامنے آیا۔ ایک ویڈیو میں اپنے پیروکاروں کو وعظ کے دوران کہتے ہیں: ’’ہمارے ساتھیوں کا سول سروس‘ عدلیہ وغیرہ میں ہونا لازمی ہے ...... ہمیں اپنے آپ کو ان اداروں میں قابلِ اعتماد ثابت کرنا ہے‘ اور جب تک اداروں کی مضبوطی مسلّم نہ ہو جائے کوئی اقدام قبل از وقت ہوگا۔‘‘

فتح اللہ گولن اس وقت خود ساختہ جلاوطنی اختیار کرتے ہوئے امریکا میں مقیم ہیں۔ ترکی کی ایک عدالت نے گولن کے خلاف گرفتاری کا حکم نامہ جاری کیا ہے۔ ترکی نے امریکا سے گولن کی ملک بدری کا بھی مطالبہ کیا ہے۔ تاہم اہم امریکی شخصیات کے خیال میں گولن کا کسی طور کسی بھی دہشت گردانہ سرگرمیوں سے کوئی تعلق نہیں۔

گزشتہ ایام میں حکومت کی طرف سے انٹرنیٹ پر نگرانی (Surf Monitoring) اور عدلیہ اور استغاثہ کے قوانین میں سختیوں کی وجہ سے حکومت پر خوب تنقید کی گئی ہے۔ حال ہی میں ٹوئٹر پر پابندی کی وجہ سے اردغان پر غیر جمہوری ہونے کا الزام لگایا جا رہا ہے۔

پس چہ باید کرد

ایسے حالات میں مسلمانوں پر لازم ہے کہ صرف خاموش تماشائی بن کر حالات کو بگڑتے نہ دیکھیں بلکہ قرآن حکیم کے ارشاد کے مطابق کوشش کریں:

﴿وَاِنۡ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ اقۡتَتَلُوۡا فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا ۚ﴾ (الحجرات:۹)

’’اور اگر اہلِ ایمان میں سے دو گروہ آپس میں لڑ جائیں تو ان کے درمیان صلح کراؤ۔‘‘

مولانا مودودیؒ ’’تفہیم القرآن‘‘ میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

’’ان الفاظ سے یہ بات خود بخود نکلتی ہے کہ آپس میں لڑنا مسلمانوں کا معمول نہیں ہے اور

نہیں ہونا چاہیے۔ نہ ان سے یہ امر متوقع ہے کہ وہ مومن ہوتے ہوئے آپس میں لڑا کریں گے۔ البتہ اگر کبھی ایسا ہو جائے تو اس صورت میں وہ طریقہ کار اختیار کرنا چاہیے جو آگے بیان کیا جا رہا ہے...... اس کے مخاطب وہ تمام مسلمان ہیں جو ان دونوں گروہوں میں شامل نہ ہوں‘ اور جن کے لیے ان دونوں میں صلح کی کوشش کرنا ممکن ہو۔ دوسرے الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمانوں کا یہ کام نہیں ہے کہ ان کی اپنی ملّت کے دو گروہ آپس میں لڑ رہے ہوں اور وہ بیٹھے ان کی لڑائی کا تماشا دیکھتے رہیں‘ بلکہ یہ افسوس ناک صورتحال جب بھی پیدا ہو‘ تمام اہلِ ایمان کو اس پر بے چین ہو جانا چاہیے‘ اور ان کے باہمی معاملات کی اصلاح کے لیے جس کے بس میں جو کوشش ہو وہ اسے صرف کر ڈالنی چاہیے۔ فریقین کو لڑائی سے باز رکھنے کی تلقین کی جائے‘ انہیں خدا سے ڈرایا جائے‘ بااثر لوگ فریقین کے ذمہ دار آدمیوں سے جا کر ملیں‘ نزاع کے اسباب معلوم کریں‘ اور اپنی حد تک ہر وہ کوشش کریں جس سے ان کے درمیان مصالحت ہو سکتی ہو۔‘‘

محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ اپنے منتخب نصاب میں اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں:

’’مسلمان بھی آخر انسان ہیں۔ خطا اور نسیان کا ارتکاب ہر انسان سے ہو سکتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کے مابین اگر کوئی جھگڑا کھڑا ہو جائے‘ وہ باہم لڑنے اور جھگڑنے لگیں تو یہ کوئی انہونی بات نہیں ہے۔ ایسا ہو سکتا ہے۔ پوری نیک نیتی کے ساتھ بھی اختلاف ہو سکتا ہے۔ پھر حالات ایسی بھی صورت اختیار کر سکتے ہیں کہ دونوں فریق اگرچہ نیک نیت ہوں لیکن پھر بھی مسئلہ الجھتا چلا جائے۔ خاص طور پر اس صورت میں جب کہ کچھ خارجی عناصر بھی موجود ہوں‘ کوئی سازشی عنصر اندر بھی موجود ہو جو کہ دونوں فریقوں کو بھڑکا رہا ہو...... فَاَصۡلِحُوۡا بَيۡنَهُمَا کہ یہ تمہارا فرض ہے کہ ان کے مابین صلح کرا دو۔ یعنی بے تعلقی کا رویہ صحیح نہیں ہے کہ ہمیں مداخلت کی کیا ضرورت ہے‘ یہ ان کا آپس کا معاملہ ہے‘ جس سے وہ خود نمٹیں۔‘‘

مندرجہ بالا عبارتوں سے واضح ہے کہ ایسے موقع پر کہ جب اُمّتِ مُسلمہ کو اتحاد کی سخت ضرورت ہے‘ ہمارے لیے راہِ عمل کیا ہونا چاہیے۔ ہمارا دائرۂ اختیار جہاں تک ہو ہمیں وہاں تک اس اختلاف کو رفع کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تاکہ اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا کام نہ رُکے اور اتحاد بین المسلمین برقرار رہے۔

❁❁❁

پاکستان اور افغانستان: ماضی‘ حال‘ مستقبل

تنظیم اسلامی کا موقف

پاکستان دنیا کا واحد ملک ہے جو دین کے نام پر‘ دین کی خاطر اور دین کے نفاذ کے لیے بنا۔ اس کا استحکام اور اس کی بقا صرف اسلام میں ہے۔ پاکستان کے بنتے ہی قراردادِ مقاصد میں اس عزم کا بابانگِ دہل اظہار کیا گیا۔ پاکستان کی destiny (تقدیرِ مبرم) اسلام ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ جو عزم و اعلان کیا گیا تھا اس کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ لہٰذا دستور میں طے شدہ اسلامی تشخص اور اسلامی اقدار کو رائج کیا جائے اور قوانین کو نافذ کیا جائے۔ فطرت کا اصول ہے کہ خلا نے ہر صورت میں پُر ہونا ہوتا ہے۔ لہٰذا دستوری سطح پر نظریہ کے نفاذ کی طرف پیش رفت نہ ہونے کی صورت میں مسلمانانِ پاکستان خصوصاً دین سے محبت کرنے والے افراد عمل درآمد کے لیے دوسرے راستے اختیار کرنے پر مجبور ہوں گے‘ یا ان کو اس خلا کو پُر کرنے کے لیے غلط راستوں اور طریقوں پر ابھارا جا سکے گا۔ ایسی صورتِ حال میں دشمن قوتیں موقع سے بھرپور فائدہ اُٹھائیں گی اور ہماری قومی سلامتی اور ملکی بقا کی جڑوں کو کھوکھلا کر دیں گی۔

بھارت جو روزِ اوّل سے پاکستان کا دشمن ہے‘ اس نے اسی موقع سے فائدہ اُٹھایا اور بنگال میں لسانی‘ نسلی اور علاقائی تعصّبات کو ہوا دے کر ۱۹۷۱ء میں پاکستان کو دولخت کر دیا۔ اس کے بعد بھی ہم نے سبق نہیں سیکھا اور نظریہ پاکستان کو عملی جامہ پہنانے کے حوالے سے نہ تو سنجیدہ ہوئے اور نہ ہی اس کو ضروری سمجھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بھارت جیسی دشمن قوتوں نے بلوچستان سمیت دیگر کئی علاقوں میں نفرتوں اور تعصّبات کے بیج بوئے۔ افغانستان کی سرزمین کو بھی اپنے مکروہ مقاصد کے لیے استعمال کیا۔ اسی وجہ سے پاکستان کی مغربی سرحد بھی ہمیشہ غیر محفوظ رہی اور اس کے دفاع کے لیے غیر معمولی افرادی و مالی وسائل کا بوجھ پاکستان کو اُٹھانا پڑا۔ روس کے

افغانستان پر بالواسطہ تسلّط اور بعد ازاں بلاواسطہ قبضے کے خلاف جِدّوجُہد میں پاکستان نے امریکہ کی مدد سے بھرپور کردار ادا کیا‘ جس کی وجہ سے پاکستان افغانیوں کا اعتماد جیتنے میں کامیاب رہا۔ روس کے انخلا کے فوری بعد افغانستان جب خانہ جنگی کا شکار ہوا تو اُس وقت بھی پاکستان نے تحریکِ طالبان کا ساتھ دے کر وہاں قیامِ امن کے لیے اپنا کردار ادا کیا جس کے نتیجہ میں ۹۰ فیصد علاقے پر افغان طالبان کی حکومت قائم ہوگئی۔ سعودی عرب‘ متحدہ عرب امارات سمیت پاکستان نے اس حکومت کو تسلیم بھی کر لیا اور اس دوستی کے نتیجہ میں پاکستان کی مغربی سرحد پہلی بار محفوظ ہوگئی۔ پاکستان نے مغربی دنیا کی مخالفت کے علی الرغم طالبان حکومت کو ہر طرح سے سپورٹ کیا۔

سوویت یونین کی تحلیل کے بعد امریکہ نے اپنا اگلا ٹارگٹ عالمِ اسلام کو بنایا اور 9/11 کا ڈراما رچا کر افغانستان پر بھی چڑھائی کر دی۔ اس موقع پر پاکستانی قیادت سے کئی غیر دانشمندانہ فیصلے ہوئے۔ افغانستان کے خلاف جنگ میں امریکہ کا ساتھ دے کر افغان طالبان کی اسلامی حکومت کو گرانے کا سہرا اپنے سر باندھ کر پاکستان نے ایک مرتبہ پھر افغانیوں کا اعتماد کھو دیا۔ مزید یہ کہ امریکہ کے ایماء پر پاکستان کے پُرامن قبائلی علاقوں میں فوجی کارروائیاں شروع کر دیں۔ امریکہ کی جانب سے پاکستان کی حدود کے اندر ڈرون اور فضائیہ کے حملوں اور اُن کے نتیجے میں ہونے والی تباہیوں کا نہ صرف دفاع کیا بلکہ انہیں اپنی کارروائیاں قرار دیا۔ ان حالات میں قبائلی علاقوں کے غیور اور مسلّح عوام کا تین گروہوں میں منقسم ہونا ایک فطری عمل تھا:

(۱) دین و شریعت سے مخلص عناصر جو بنیادی طور پر طالبانِ افغانستان کے جہاد کی کمک اور رسد میں مصروف اور فعّال تھے۔

(۲) وہ جو علاقے میں ظلم و بربادی پر پاکستان کی خاموشی بلکہ امریکہ کی پشت پناہی کے ردِّعمل میں پاکستان اور پاک فوج کے خلاف برسرِ پیکار ہو گئے۔

(۳) وہ جو امریکی‘ بھارتی اور افغانی ایجنسیوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن گئے۔

ان میں سے دوسرے اور تیسرے گروہ نے مل کر تحریک طالبان پاکستان کی شکل اختیار کر لی اور غیر ملکی ایجنسیوں اور دشمن قوتوں کی پشت پناہی کی وجہ سے قبائلی علاقوں میں حالات کی پیچیدگی اور انتشار کا باعث بنے۔ نتیجتاً پاکستان کے نہ صرف سرحدی بلکہ شہری علاقوں میں دہشت گردی

کے واقعات بڑھے اور ۸۰ ہزار جانیں ضائع ہوئیں۔ ان حالات میں پاکستانی قیادت کے غیر دانشمندانہ فیصلوں اور دہری پالیسی کے باعث ان گروہوں کو پاک فوج کے خلاف پراپیگنڈے کا موقع ملا۔ ہم دہشت گردی یعنی عوام الناس میں قتل و غارت کے ذریعے خوف و ہراس پھیلانے کے قطعاً خلاف ہیں اور اس کی پُرزور مذمت کرتے ہیں۔ پاکستان میں دہشت گردی کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف واضح ثبوت کے ساتھ قانونی کارروائی اور قانون کے مطابق بیخ کنی کا اہتمام ہونا چاہیے۔

مزید برآں ہمارا مشورہ ہے کہ افغان پناہ گزینوں کا مسئلہ اسلامی اخوت کی بنیاد پر حل کیا جائے۔ قریباً چالیس سال قبل جب سوویت یونین نے افغانستان پر حملہ کیا تو پاکستان نے اسلامی اخوت اور بھائی چارہ کے اسلامی اصولوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے لاکھوں کی تعداد میں پناہ گزینوں کو مملکتِ خداداد میں جگہ دی۔ طویل عرصہ سے پاکستان میں بسنے والے ان افغان پناہ گزینوں کی آج تیسری نسل یہاں موجود ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک بڑی تعداد میں افغان غیر قانونی طور پر پاکستان میں داخل ہوئے۔ اگرچہ غیر قانونی طور پر ملک میں داخل ہو جانا اور ٹھہرنا ہماری انتظامی مشینری کی بڑی ناکامی ہے، تاہم اب اصولی طور پر ہمیں ناپسندیدہ عناصر کی چھان پھٹک کر کے اُنہیں الگ کرنا چاہیے اور باقی سب کی رجسٹریشن کا سلسلہ شروع کیا جانا چاہیے۔ یک فرفہ طور پر یہ فیصلہ نہیں کر لینا چاہیے کہ افغان فوری طور پر اور اتنے قلیل وقت میں ملک سے نکل جائیں، بلکہ ہمیں افغانستان سے مذاکرات کر کے اور افغان حکومت کو اعتماد میں لے کر افہام وتفہیم سے یہ فیصلہ کرنا چاہیے، تاکہ ایک طرف ہمارے خدشات ختم ہو جائیں اور دوسری طرف افغانستان بھی اُنہیں سنبھالنے کا مناسب بندوبست کر سکے۔

اس کے ساتھ ساتھ پاکستان کو موجودہ حالات تک پہنچانے کے عوامل کا بھی غیر جانبدارانہ جائزہ لیا جانا چاہیے۔ موجودہ انتشار اور منافرتوں کے حوالے سے بھی تشخیص وتفتیش ہونی چاہیے کہ یہ کس وجہ سے پیدا ہوئیں۔ ان نفرتوں اور تعصبات کو ختم کرنے اور غلط فہمیوں کو دور کرنے کے حوالے سے بھی عملی اقدامات اُٹھائے جانے چاہئیں۔ ہماری رائے میں یہ منافرتیں اور تعصبات اُسی صورت میں ختم ہو سکتے ہیں جب ہم دوبارہ اپنی اصل بنیاد کی طرف لوٹ آئیں۔ ہم دستورِ پاکستان میں اسلامی شقات کو مؤثر بنانے اور ان کے نفاذ کے لیے دعوت، تربیت اور

احتجاجی منہج کے قائل ہیں۔ اسلام ہی واحد مشترکہ میراث ہے جس پر ہم سب دوبارہ اکٹھے ہو سکتے ہیں۔ اس کی طرف پیش قدمی ہمارے درمیان دوبارہ ہم آہنگی اور یکجہتی کی فضا پیدا کر سکتی ہے۔ نفاذِ اسلام کی طرف عملی پیش رفت قیامِ عدل کو ممکن بنائے گی اور اس صورت میں ظلم وستم کے شکار اور ناراض حلقوں میں دوبارہ اُمید پیدا ہوگی۔ موجودہ حالات میں افغانستان کی اسلامی حکومت کو تسلیم کرنا اور اس کے ساتھ ہر طرح کے تعلقات بحال کرنا بھی ان منافرتوں میں کمی کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ امر ہماری مغربی سرحد کو محفوظ بنانے کا ذریعہ بن سکتا ہے۔ بھارت اور امریکہ کا واضح گٹھ جوڑ ہے اور ان دونوں کی پاکستان کے خلاف سازشوں اور ریشہ دوانیوں کے مؤثر توڑ کے لیے افغانستان کی اسلامی حکومت کے ساتھ عسکری/ دفاعی اتحاد وقت کی ضرورت ہے۔ پاکستان کی سیاسی اور عسکری قیادت اور پالیسی میکرز کو اس جانب بھی توجّہ دینی چاہیے۔

پاکستانیوں کی واضح اکثریت اسلام کو پسند اور امریکی غلامی سے سخت نفرت کرتی ہے۔ امریکہ کی بالفعل غلامی سے نجات اور آزادانہ خارجہ پالیسی اختیار کرنے، پاکستان میں اسلامی اقدار کو فروغ دینے، شریعتِ اسلامی کے عملی نفاذ کا اہتمام کرنے اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا اسلامی فریضہ سرانجام دینے، خصوصاً معیشت کو سود سے پاک کرنے اور اسے اسلامی خطوط پر استوار کرنے، فحاشی، عریانی/ بے پردگی کا خاتمہ مخلوط تعلیم ومعاشرت پر پابندی، ذرائع ابلاغ/ میڈیا اور اجتماعی محافل کو اسلامی اقدار کے تحت لانے کے حوالے سے عملی اقدامات اکثریت کا اعتماد بحال کرنے کا موجب ثابت ہوں گے۔ یوں اسلام کے نام پر متشدد یا عسکری منہج اختیار کرنے والوں (TTP) کے وجود کا جواز بھی ختم ہو جائے گا۔ نیز علماءِ کرام کے فتاویٰ کے پیشِ نظر اسلامی ریاست کے خلاف مسلّح جدوجہد واقعتاً حرام قرار پائے گی۔ پاکستان کے قبائلی علاقہ جات کی حق تلفیوں/ زیادتیوں کا ادراک واعتراف اور ازالے کے لیے اعلانیہ، واضح اور حقیقی اقدامات کے اہتمام سے PTM کے وجود کا جواز بھی ختم ہو سکے گا۔ اس طرح اسلام کی طرف پیش رفت سے ہم ایک بار پھر بحیثیت پاکستانی قوم منظم اور متحد ہو کر بیرونی دشمنوں اور سازشوں کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوں گے۔ ان شاءاللہ تعالیٰ!

ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا!

(تنظیم اسلامی کا سالانہ اجتماع ۲۰۲۳ء)

مرتضیٰ احمد اعوان

یہ اجتماع ۱۷ تا ۱۹ نومبر ۲۰۲۳ء مرکزی اجتماع گاہ بہاول پور میں منعقد ہوا جس میں پاکستان بھر سے رفقاء نے شرکت کی۔ پچھلے سال سیلاب کی وجہ سے مرکزی اجتماع منعقد نہیں ہو سکا تھا اور اس کے بجائے پانچ زونل اجتماعات بیک وقت ملک کے مختلف شہروں میں منعقد کیے گئے تھے۔

جمعرات ۱۷ نومبر کی رات سے رفقاء واحباب کے قافلے آنا شروع ہو گئے تھے۔ جمعہ کے دن تو پنڈال مکمل طور پر پُر ہو چکا تھا اور اس سے باہر بھی انتظامات کرنے پڑے۔ نظامت کی ذمہ داری جنوبی پنجاب کے رفقاء نے بہت عمدہ طریقے سے ادا کی۔ پنڈال قرآنی آیات‘ احادیث مبارکہ اور علامہ اقبال کے اشعار پر مبنی ٹی بورڈز سے مزین کیا گیا تھا۔ سٹیج کے دونوں طرف بڑی SMD سکرینز نصب تھیں جن کی مدد سے مقررین کو دُور سے بھی دیکھا جا سکتا تھا۔ تنظیم کے مختلف حلقہ جات کے لیے علیحدہ علیحدہ رہائش گاہیں بنائی گئی تھیں۔ مکتبہ انجمن اور تنظیم اسلامی کے اسٹالز اجتماع گاہ کے اندر بنائے گئے جبکہ باقی اسٹالز کا انتظام باہر کیا گیا تھا۔ دوران پروگرام تمام اسٹالز بند ہوتے تھے۔

نمازِ جمعہ

نمازِ جمعہ پنڈال میں ادا کی گئی۔ مرکزی ناظم تعلیم وتربیت محترم خورشید انجم نے اسرائیل اور حماس کی تاریخ پر خطابِ جمعہ ارشاد فرمایا اور نماز کی امامت کی۔ خطاب کے پہلے حصے میں بنی اسرائیل کے عروج وزوال کے ادوار اور موجودہ اسرائیلی ریاست کے ناجائز قیام پر مختصر گفتگو کی جبکہ دوسرے حصے میں فلسطینی مسلمانوں کی تنظیم ’’حماس‘‘ اور اس کے بانی شیخ احمد یاسینؒ کے

بارے میں تفصیل سے بیان کیا۔ انہوں نے بتایا کہ شیخ احمد یاسینؒ بچپن ہی سے مجاہدانہ سوچ رکھتے تھے۔ چنانچہ وہ پہلے الاخوان المسلمون کے سرگرم کارکن بنے۔ سولہ سال کی عمر میں تربیت کے دوران گرنے سے دھڑ کی ہڈی ٹوٹنے کے باعث معذور ہو گئے تو وھیل چیئر پر بیٹھ کر اپنی جدّوجُہد شروع کی۔ پہلے ایک مدرسہ قائم کیا جہاں نوجوانوں کو تربیت دی جاتی تھی۔ اس کے ساتھ سوشل ویلفیئر کے کچھ کام کیے‘ تا آنکہ ۱۹۸۷ء میں حماس قائم کی۔ حماس نے جب اپنی تحریکی سرگرمیوں کا آغاز کیا اور پورے فلسطین میں ریلیاں منعقد ہونا شروع ہوئیں تو اسرائیل نے خوف زدہ ہو کر ان کو دبانے کی پوری کوشش کی۔ شیخ احمد یاسین کو گرفتار کر لیا گیا۔ ان پر ظلم وستم اور تشدد کے پہاڑ توڑے گئے لیکن ان کے جوش اور ولولے میں کوئی کمی نہیں آئی۔ انہوں نے اپنی جِدّوجُہد جاری رکھی جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج حماس نے پوری دنیا کو ہلا کے رکھ دیا ہے۔ شیخ احمد یاسین قرآن سے خصوصی شغف رکھتے تھے اور روزانہ ایک منزل تلاوت کرتے۔ ۲۰۰۴ء میں آپ کو شہید کر دیا گیا۔ ان کی زندگی تمام مسلمانوں کے لیے ایک رول ماڈل کی حیثیت رکھتی ہے۔

اجتماع کی نشستیں

اس دفعہ سالانہ اجتماع کی چار نشستیں ہوئیں۔ پہلے سیشن (جمعہ‘ عصر تا عشاء) کے سٹیج سیکرٹری سابق ناظم اعلیٰ اور سینئر رفیق جناب عبدالرزاق تھے۔ دوسرے سیشن (ہفتہ‘ فجر تا ظہر) میں نظامت کے فرائض حلقہ اسلام آباد کے ناظم تربیت عامر نوید‘ تیسرے سیشن (ہفتہ‘ عصر تا عشاء) میں صدر انجمن خدام القرآن جھنگ جناب عبداللہ اسماعیل‘ جبکہ چوتھے سیشن (اتوار‘ فجر تا ظہر) میں حلقہ کراچی جنوبی کے ناظم تربیت جناب عامر خان نے انجام دیے۔

-----جمعہ‘ ۱۷ نومبر ۲۰۲۳ء-----

افتتاحی کلمات (محترم امیر تنظیم اسلامی)

اجتماع کا باقاعدہ آغاز نمازِ عصر کے بعد ہوا۔ امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ نے اپنے افتتاحی خطاب کے بارے میں کہا کہ میں چھ باتوں پر کلام کروں گا:

(۱) سب سے پہلے ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہے کیونکہ اس کی نعمتیں بہت زیادہ ہیں۔ پھر

تمام ذمہ داران‘ منتظمین‘ رفقاء واحباب‘ بہاول پور کی انتظامیہ اور ریاستی ادارے وغیرہ سب ہمارے شکریے کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اجر عظیم عطا کرے۔

(۲) عالمی وقومی منظر نامہ بالخصوص فلسطین کے مظلوم مسلمانوں کے حالات اور اسرائیل کی سفاکیت‘ اُمّتِ مُسلمہ کی بے بسی‘ حکمرانوں کی بے حسی ہمارے سامنے ہے۔ ایسی صورت حال میں یہ اجتماع منعقد کرنا ایک اہم پیش رفت ہے۔ اس سے ہمیں اپنے نصب العین اور فکر کو تازہ کرنے‘ ایک دوسرے کے تعارف‘ دینی علم کے حصول‘ فکری واخلاقی وعملی تربیت‘ سمع وطاعت کی عملی مشق اور ایثار وقربانی کے مواقع ملیں گے۔

(۳) ہمیں کچھ آداب کا خیال رکھنا ہے کہ اذان کا جواب دینا ہے۔ نماز میں تکبیر اولیٰ کے ساتھ حاضری‘ مسنون اذکار اور دعاؤں کا اہتمام کرنا ہے۔ تلاوت‘ تہجد‘ سلام کو عام کرنا‘ سونے‘ کھانے پینے اور مجلس کے مسنون آداب پر عمل کرنا ہے۔ مجلس کے اختتام پر دعا کے بعد اُٹھنا ہے۔ اجتماع کے شیڈول والے کتابچے کا مطالعہ کریں۔

(۴) اجتماع کے بیانات میں قرآن وسُنّت‘ سیرت رسول ﷺ‘ اہداف اور کرنے کے کام‘ ملکی وعالمی حالات پر تبصرہ‘ انفرادی واجتماعی ذمہ داریاں‘ مستقبل کا منظر نامہ وغیرہ جیسے موضوعات شامل ہوں گے۔ ان کو توجہ سے سننا ہے۔ مقررین سے گزارش ہوگی کہ وہ اپنے خطاب کی ایک punch line ضرور دیں۔

(۵) حدیث قدسی ((وَجَبَتْ مَحَبَّتِي لِلْمُتَحَابِّيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَجَالِسِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَزَاوِرِيْنَ فِيَّ، وَالْمُتَبَاذِلِيْنَ فِيَّ)) کی عملی مشق کرنی ہے تاکہ ہم سب اللہ تعالیٰ کی محبت کا مصداق بن سکیں۔

(۶) خصوصی دعاؤں کا اہتمام کریں تاکہ یہ اجتماع فائدہ مند ثابت ہو اور خوش اسلوبی سے اس کی تکمیل ہو سکے۔ جس قدر ہو سکے ”رَبِّ يَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَيْرِ وَبِكَ نَسْتَعِيْنُ“ کا ورد کریں۔

ہدایات (جناب محمد ناصر بھٹی)

ناظم سالانہ اجتماع (نائب ناظم اعلیٰ‘ وسطی پاکستان) جناب محمد ناصر بھٹی نے رفقاء کو ہدایات دیتے ہوئے کہا کہ سب کو ہدایات والا کتابچہ مل چکا ہوگا‘ اس کا مطالعہ ضرور کیا جائے۔ اجتماع کے دوران اپنے تمام معاملات کے لیے احکام باری تعالیٰ اور سنت رسول ﷺ کو پیش

نظر رکھیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ سلام کو عام کریں۔ دوران پروگرام اپنا موبائل فون بند رکھیں۔ اجتماع کے تمام پروگراموں میں پوری توجہ کے ساتھ شریک ہوں۔ اس دوران رہائش گاہوں میں نہ بیٹھیں۔ دریائے ستلج کے کنارے پر نہ کھڑے ہوں کیونکہ پانی کی طغیانی کی وجہ سے نقصان بھی ہوسکتا ہے۔

تمسّک بالقرآن (جناب پروفیسر فضل باسط)

حلقہ خیبر پختون خوا کے ناظم تربیت پروفیسر فضل باسط نے تمسک بالقرآن کے موضوع پر خطاب کرتے ہوئے کہا کہ تمسک کا مطلب ہے کسی چیز سے جڑنا‘ اور ہماری تنظیم کی اٹھان ہی اسی اصول پر ہے کہ قرآن کے ساتھ جڑا جائے۔ انہوں نے قرآن کی اہمیت بیان کرتے ہوئے کہا کہ بنیادی طور پر یہ ہدایت کی کتاب ہے۔ اس کو اپنانے سے قوموں کو عروج اور ترک کرنے کی پاداش میں ذلیل وخوار کیا جائے گا۔ قرآن کا علم چوٹی کا علم ہے۔ یہ اللہ کی رسی ہے۔ یہ دلوں کے امراض کا تزکیہ کرتا ہے۔ قرآن فتنوں سے بچاؤ کا ذریعہ ہے۔ ہمیں قرآن کے حقوق پر عمل کرنا ہوگا۔ قرآن کتابِ انقلاب ہے۔ اگر یہ ہمارے باطن میں انقلاب برپا نہیں کرتی تو پھر ظاہر میں بھی تبدیلی نہیں آئے گی۔ ہماری تنظیم کی دعوت کی جڑ اور بنیاد قرآن حکیم ہے جس کی تعلیمات کو آگے پھیلانا ہماری ذمہ داری ہے۔ قرآن عدل وقسط کا حکم دیتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام ؓ کی تربیت قرآن کے ذریعے کی۔ ہم نے قرآن کی تلاوت کے ساتھ اس کی سماعت کا بھی اہتمام کرنا ہے۔ اگر ہم قرآن کو ترک کریں گے تو دنیا میں ہماری معیشت تنگ ہوگی اور قیامت میں یہی قرآن ہمارے خلاف اللہ تعالیٰ کے سامنے شکایت کرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس انجامِ بد سے محفوظ رکھے!

مطالعۂ حدیث (جناب مجاہد امین)

نماز مغرب کے بعد ”اخوتِ رسول ﷺ“ کے موضوع پر مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت کے معاون جناب مجاہد امین نے حدیث کا مطالعہ کروایا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”کاش میری ملاقات ہو میرے بھائیوں سے!“ صحابہ کرامؓ نے استفسار کیا: کیا ہم آپؐ کے بھائی نہیں ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ”کیوں نہیں! لیکن میری مراد ان لوگوں سے

ہے جو تمہارے بعد آئیں گے۔ وہ مجھ پر ایمان لائیں گے جیسے تم لائے ہو اور میری تصدیق کریں گے جیسے تم نے تصدیق کی اور وہ میری مدد کریں گے جیسے تم نے مدد کی۔'' اس کی تشریح میں جناب مجاہد امین نے کہا کہ غلبہ دین کی جدّوجُہد دراصل محبت رسول ﷺ کا تقاضا ہے۔ اس جدّوجُہد میں جان و مال کھپانا ہے۔ آج دین مغلوب ہے تو ہمارے لیے موقع ہے کہ اس جدّوجُہد میں حصّہ لے کر نصرتِ رسول ﷺ اور اطاعتِ رسول ﷺ کے مرتبہ پر فائز ہو جائیں۔ ہمیں موجودہ فتنوں کے دور میں بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت پر کاربند ہونا ہوگا۔ غلبۂ دین کی جِدّوجُہد اخوت رسول ﷺ کے حصول کا ذریعہ ہے۔

رسولِ کامل ﷺ (از: جناب اعجاز لطیف)

نائب امیر تنظیم اسلامی محترم اعجاز لطیف نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات کو ایسے لوگوں کے لیے نمونہ قرار دیا گیا ہے جو آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کو کثرت سے یاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے ہر دور میں انبیاء و رسل بھیجے اور سب سے آخر میں نبی اکرم ﷺ کو مبعوث کیا۔ سیرت النبی ﷺ کے تمام گوشے بالکل عیاں ہیں۔ امیر ہو یا غریب، بادشاہ ہو یا فقیر، امام ہو یا مقتدی، منصف ہو یا مدّعی، خطیب ہو یا طبیب، معلم ہو یا متعلم، روزے دار ہو یا شب بیدار، مجاہد ہو یا سپہ سالار، تاجر ہو یا خریدار، نوجوان ہو یا بزرگ، شوہر ہو یا باپ، آپ ﷺ کی ذاتِ بابرکات ہر طبقے کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ دوسرے انبیاء و رسل علیہم السلام نے صرف اپنی قوم سے خطاب کیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے پوری انسانیت کو مخاطب کیا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے: ﴿وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡنَ ۝۱۰۷﴾ (الانبیاء) ''اور (اے نبی ﷺ!) ہم نے نہیں بھیجا ہے آپ کو مگر تمام جہان والوں کے لیے رحمت بنا کر۔'' اللہ تعالیٰ نے یہ بہت بڑا احسان کیا کہ ہمیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی اُمّت میں پیدا فرمایا۔ آپ ﷺ کا اُسوہ ہمارے لیے مشعل راہ ہے۔ سیرت کے انقلاب آفریں پہلو کو دنیا نے تسلیم کیا۔ وہ ایک تعمیری انقلاب تھا جس کی گواہی ڈاکٹر مائیکل ہارٹ، ایم این رائے اور دوسرے غیر مسلموں نے بھی دی۔ رسول اللہ ﷺ کے ہمہ گیر انقلاب کے مقابلے میں دوسرے انقلابات جزوی تھے۔ قیامت سے قبل کُل روئے ارضی پر اللہ کا دین قائم ہوگا، جس کے لیے اسوۂ رسول ﷺ کے مطابق جدّوجُہد کرنا ہم پر لازم ہے۔ اس

مشن کی تکمیل کے لیے ہمیں اپنا تن من دھن قربان کرنا ہوگا۔ جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اُسوۂ رسول ﷺ کی پیروی کے تقاضے پورے کیے اسی طرح ہم بھی جدّوجُہد کریں۔ اسلام کا عالمی غلبہ اور نظامِ خلافت کا قیام ایک شدنی امر ہے، فرق صرف یہ ہوگا کہ کون اس سنہری موقع سے فائدہ اٹھاتا ہے اور کون اپنے آپ کو محرومین کی فہرست میں رکھتا ہے!

ڈاکٹر اسرار احمدؒ: حیات و خدمات (ڈاکیومنٹری)

اس دفعہ سالانہ اجتماع میں بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی پوری زندگی (ماہ و سال کے آئینہ میں) کی جِدّوجُہد کو SMD سکرین پر دکھایا گیا۔ اس میں آپ کا زمانہ طالب علمی، جماعت اسلامی میں شمولیت، اختلاف کی بنیاد پر جماعت سے علیحدگی، انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کا قیام، تنظیم کے اجتماعات وغیرہ تمام تفاصیل شامل تھیں۔ یہ دستاویزی فلم مرکزی شعبہ سمع و بصر نے تیار کی۔

زمانہ گواہ ہے (پینل گفتگو)

نمازِ عشاء سے پہلے ''عالمی اور قومی منظر نامہ: تنظیم اسلامی کا موقف'' کے عنوان سے ''زمانہ گواہ ہے'' کا تجزیاتی پروگرام منعقد کیا گیا۔ اس کے میزبان جناب آصف حمید (انچارج شعبہ سمع و بصر و سوشل میڈیا تنظیم اسلامی) تھے جبکہ شرکاء میں مرکزی ناظم تعلیم و تربیت جناب خورشید انجم، نائب ناظم نشر و اشاعت جناب رضاء الحق، حلقہ کراچی وسطی کے نائب امیر ڈاکٹر انوار علی شامل تھے۔ فلسطین کی موجودہ صورتِ حال، پاکستان اور افغانستان کے تعلقات، پاکستان کا کشمیر کے حوالے سے موقف اور ملکی حالات زیر بحث لائے گئے۔ (اس پروگرام کی رپورٹ ندائے خلافت کے شمارہ ۴۶ میں شائع ہو چکی ہے۔)

----- ہفتہ ۱۸ نومبر ۲۰۲۳ء ------

درسِ قرآن مجید (ڈاکٹر ضمیر اختر خان)

نمازِ فجر کے بعد حلقہ اسلام آباد کے امیر ڈاکٹر ضمیر اختر خان نے سورۃ الشوریٰ کی آیات ۳۶ تا ۴۳ کی روشنی میں ''اقامتِ دین کے لیے کام کرنے والوں کے مطلوبہ اوصاف'' پر درسِ قرآن دیا۔ انہوں نے کہا کہ اقامتِ دین کے فریضہ کے لیے التزام جماعت شرط ہے۔ یہ جدّوجُہد

کرنے والوں کے اوصاف قرآن مجید کے مختلف مقامات پر بیان ہوئے ہیں۔ ایسے افراد:

(۱) دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتے ہیں۔ دنیا متاع الغرور ہے جبکہ آخرت اس سے کہیں بہتر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ادھار میں رکھا ہے۔

(۲) اسباب پر نہیں بلکہ اللہ پر توکل کرتے ہیں۔ اسباب ضروری ہیں لیکن حقیقی بھروسا اللہ پر ہی ہونا چاہیے۔ اگر ہم ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہمارے لیے کافی ہو جائے گا۔

(۳) کبائر و فواحش سے اجتناب کرتے ہیں۔ بندۂ مومن کو اس معاملے میں حساس ہونا چاہیے۔ اگر ہم کبائر سے بچتے رہیں گے تو صغائر اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔

(۴) غصّہ کی حالت میں عفو و درگزر سے کام لیتے ہیں۔ اگر غصّہ آ جائے تو اللہ کی پناہ میں آ جاؤ۔

(۵) اپنے رب کی پکار پر لبیک کہتے ہیں۔ آج ہم اللہ کی پکار پر یہاں حاضر ہوئے ہیں کیونکہ دین کو قائم کرنا سب سے بڑی پکار ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی اقامتِ دین کی جدوجہد میں گزری۔

(۶) نماز قائم کرتے ہیں' کیونکہ اس کی حیثیت اسلامی اجتماعیت میں نیوکلیس کی سی ہے۔ صحابہ کرام ؓ کی زندگی میں نماز ریڑھ کی ہڈی کی طرح اہم تھی۔

(۷) اجتماعی زندگی میں فیصلہ کرنے اور امور نمٹانے کے لیے باہمی مشاورت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ ایک عمدہ اصول دیا ہے' جس کا جہاں جہاں اہتمام ہم کریں گے' فتنوں سے محفوظ رہیں گے۔

(۸) اللہ کے دین کی سربلندی کے لیے مال خرچ کرتے ہیں۔ جو کچھ ہمارے پاس ہے' یہ سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ہے۔ اس کو بچا بچا کر نہیں رکھنا بلکہ اُسی کو واپس لوٹانا ہے۔

(۹) بدلہ لیتے ہیں' یعنی اقدام کے مرحلہ میں مسلح تصادم کرتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ ؓ نے اس پر عمل بھی کیا۔ مظلوموں کو بدلہ لینے کا حق ہے۔ جب طاقت آئے تو اینٹ کا جواب پتھر سے دینا ہے۔ یہ اوصاف ہمارے اندر کیسے پیدا ہوں' اس کے لیے سورۃ الانفال کی آیت ۲۴ کا مراقبہ کریں۔

رسول اللہ ﷺ کی گھریلو زندگی (جناب شیر افگن)

ناشتے کے بعد مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت کے معاون خصوصی محترم شیر افگن نے خطاب

کرتے ہوئے کہا کہ گھر والوں کی تربیت آج کے دور کا ایک بڑا مسئلہ ہے۔ اس کے لیے ہم پریشان رہتے ہیں کیونکہ اقامت دین کا ورثہ اگلی نسل میں منتقل کرنا ہے۔ ہماری پہلی ذمہ داری دعوت کی ہے۔ دعوت دین کے دو محاذ ہیں: گھر اور معاشرہ۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہر لحاظ سے ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے گھر میں دعوت دی۔ اسی لیے اوّلین ایمان لانے والے حضرت خدیجہ ؓ' آپ ﷺ کی بیٹیاں ؓ اور چچازاد بھائی ؓ تھے۔ ہم نے گھر میں مربی کا کردار ادا کرنا ہے۔ صحابہ کرام ؓ کے مربّی رسول اللہ ﷺ تھے۔ ہمیں گھر والوں کے لیے نیچرل مربی بننا پڑے گا ورنہ کوئی آرٹیفیشل مربی یہ جگہ لے لے گا۔ پہلی چیز ذاتی کردار کی گواہی ہے جو گھر والے دیتے ہیں' لہٰذا ہمیں اپنا کردار مضبوط کرنا ہے۔ تربیت کے لیے اپنے گھر والوں کو وقت دینا پڑے گا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے اوقات کو تین حصوں میں تقسیم کیا تھا۔ ایک اللہ کے لیے' دوسرا گھر والوں کے لیے اور تیسرا اپنے نفس کے لیے۔ آپ ﷺ اپنے اوقات میں سے اللہ اور گھر والوں کا وقت کم نہیں کرتے تھے۔ آج سوشل میڈیا کے ذریعے دنیا کے نظریات بہت تیزی سے تبدیل ہو رہے ہیں۔ مادہ پرستانہ سوچ اور الحاد کے فتنے کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ نظریاتی تربیت نہ ہونے کی وجہ سے atheism کا فتنہ بڑھ رہا ہے۔ ہم اپنی تنظیمی تربیت گھر والوں تک پہنچائیں۔ اس کے لیے گھریلو اسرے کا بہترین نظام بنایا گیا ہے' جس پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت ہے۔

فریضۂ اقامتِ دین: اَسلاف کی نظر میں (مولانا خان بہادر)

معاون مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت مولانا خان بہادر نے کہا کہ ہماری دعوت کے حتمی مرحلے میں فریضہ اقامتِ دین کی جِدّوجُہد ہے۔ اس حوالے سے بہت غلط فہمیاں پائی جاتی ہیں کہ یہ صرف حضور ﷺ کا فرض تھا یا علماء کا یا حکمرانوں کا کام ہے اور ہمارے اسلاف میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اسلاف دین کو قائم کرنا فرض سمجھتے تھے۔ (مولانا خان بہادر کا مکمل خطاب اسی شمارے میں شامل اشاعت ہے۔)

کلامِ اقبال (جناب شیخ سلیم)

رفیق تنظیم جناب شیخ سلیم نے بیداریٔ اُمت' فلسطین کی آزادی اور طلوعِ اسلام کے موضوعات پر علامہ اقبال کا منتخب کلام پیش کیا۔

الحاد‘ مادہ پرستی اور توحید (ڈاکٹر انوار علی)

حلقہ کراچی وسطی کے نائب امیر ڈاکٹر انوار علی نے کہا کہ الحاد کا مطلب ہے خدا بیزار ہونا یا خدا کا انکار کرنا۔ atheism اور دہریت بھی اسی کو کہتے ہیں ۔ الحاد ایک گلوبل مسئلہ ہے اور ہر دفعہ نئی شکل اختیار کرتا چلا جا رہا ہے۔ آج سوشل میڈیا کے ذریعے اس الحادی فکر کی تشہیر ہو رہی ہے ۔ ۲۰۱۲ء میں دنیا کی ۱۳ فیصد آبادی ملحد ہو چکی تھی ۔ آج ایتھی اسٹ ایسوسی ایشن آف پاکستان وجود میں آ چکی ہے اور ہمارے دس لاکھ نوجوان اس کے ساتھ جڑ چکے ہیں ۔ ماضی میں الحاد جہالت پر مبنی تھا لیکن اب یہ شعوری اور مدلل ہے۔ ہم اپنے بزرگوں سے اللہ مالک ہے‘ جو اللہ چاہے گا وہی ہوگا‘ اللہ خیر کرے گا وغیرہ جیسے توحیدی جملے اکثر سنتے تھے لیکن آج نوجوانوں کے منہ سے یہ جملے نہیں نکلتے۔ دینی گھرانوں کی نسلیں بھی اس فتنے میں مبتلا ہو چکی ہیں ۔ الحاد کا رد کیسے ہو؟ اس کے لیے ہمیں ایمان مضبوط کرنا ہوگا اور قرآن سے جڑنا ہوگا۔ ہم ایمانی طاقت سے ہی اس فتنے کا رد کر سکتے ہیں ۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیاں ہیں‘ ان پر غور وفکر کیا جائے ۔ اپنی اولاد کو بھی قرآن سے جوڑیں اور ان کی تربیت کریں ۔ اگر ہم ایسا نہیں کریں گے تو پھر یہ زمانہ‘ سوشل میڈیا اور دجالی تہذیب ان کی تربیت کرے گی ۔ اولاد کی تربیت میں غفلت نہ کریں ۔ اپنے آپ کو اللہ کے حوالے کریں اور اسی پر توکّل کریں۔ ہمیں اللہ پر یقین ہے لیکن اس پر توکّل نہیں ہے‘ تبھی تو ہمارا یہ حال ہے ۔

امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ سے سوال وجواب

رفقاء نے امیر تنظیم اسلامی سے تنظیمی فکر‘ مسئلۂ جہاد‘ فلسطین کے معاملہ پر دینی جماعتوں کے کردار‘ اسرائیل کی پروڈکٹس کے بائیکاٹ‘ الیکشن میں ووٹ اور سیاسی جماعتوں سے تعلق کے حوالے سے سوالات کیے جن کا انہوں نے مدلل انداز میں جواب دیا ۔

مطالعۂ حدیث (جناب سجاد سرور)

نمازِ عصر کے بعد مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت کے معاون جناب سجاد سرور نے ’’مفلس کون؟‘‘ کے موضوع پر درس حدیث دیا۔ انہوں نے واقعہ بیان کیا کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ سے سوال کیا: ’’کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کسے کہتے ہیں؟‘‘ صحابہؓ نے کہا کہ ہم تو اس کو مفلس سمجھتے ہیں جس کے پاس مال ومتاع نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ’’قیامت کے

دن میری اُمت کا مفلس وہ آدمی ہوگا کہ جو نماز‘ روزے‘ زکوٰۃ وغیرہ سب کچھ لے کر آئے گا لیکن اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی‘ کسی پر تہمت لگائی ہوگی‘ کسی کا مال کھایا ہوگا‘ کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا‘ تو ان سب کو اس آدمی کی نیکیاں دے دی جائیں گی ۔ اگر اُس کی نیکیاں ان کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے ہی ختم ہوگئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس آدمی پر ڈال دیے جائیں گی ۔ پھر اس آدمی کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔‘‘ انہوں نے حدیث کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ دین میں دو طرح کے حقوق ہیں : حقوق اللہ اور حقوق العباد ۔ حقوق العباد کی اہمیت اس حدیث سے بالکل واضح ہوگئی اور ہمارے لیے یہ فکر وعمل کی بات ہے ۔ اگر ہم نے دنیا میں کسی کے حقوق غصب کیے ہوں تو یہ قیامت کے دن ہمارے لیے وبالِ جان بن جائیں گے ۔

فکرِ اقبال (ڈاکٹر حافظ محمد مقصود)

حلقہ خیبر پختونخوا کی مقامی تنظیم مردان کے امیر ڈاکٹر حافظ محمد مقصود نے علامہ اقبال کی مشہور نظم ’’طلوع اسلام‘‘ کے کچھ اشعار کا مطالعہ کروایا۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے لیے ضروری ہے کہ کلام اقبال کا کسی نہ کسی درجے میں فہم حاصل کریں ۔ اپنے مطالعہ کو وسیع کریں تاکہ ہم فکرِ اقبال کو سمجھ سکیں ۔ یہ نظم علّامہ نے ۱۹۲۳ء میں لکھی تھی اور اس وقت مسلمانوں میں بیداری کی لہر پیدا ہو رہی تھی ۔ علّامہ کے مطابق مغرب کے فکری الجھاؤ کی وجہ سے مسلمان اپنے آپ کو پہچان چکا ہے اور اب اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو دوبارہ ترقی دینا چاہتا ہے ۔ مسلمان قائدین کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو جگانے کی کوشش کریں‘ کیونکہ مومن تو متحرک وجود کا نام ہے ۔ مؤمن کو اپنے اندر حرارت اور حرکت پیدا کرنی ہوگی ۔ مومن کے پاس اعلیٰ نصب العین ہے جبکہ کافر کے پاس صرف دنیوی مقاصد ہیں ۔ مومن اگر اسی طرح اٹھیں گے تو ان میں اتحاد ہوگا اور آپس میں دشمنیاں ختم ہو جائیں گی ۔ فرنگی تو خود اتحاد کی طرف گامزن ہے ۔ تم تو متحد ہو جاؤ اور اپنے اسلاف کا کردار پیدا کرو ۔ مسلمانوں کو اپنے ایمان اور طاقت کو مضبوط کرنا ہے ۔

دورِ فتن‘ سوشل میڈیا اور ہماری ذمہ داریاں (جناب آصف حمید)

مرکزی ناظم شعبہ سمع وبصر و سوشل میڈیا جناب آصف حمید نے کہا کہ فتنہ کا لفظی معنی آزمائش اور امتحان ہے اور یہ قرآن میں کئی معنوں میں استعمال ہوا ہے ۔ اگر انسان میں گناہوں

کی کثرت ہو رہی ہے اور اللہ کی رحمت سے دُوری ہو رہی ہے تو ایسا انسان جان لے کہ وہ فتنہ میں مبتلا ہے۔ ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ نے فجر سے مغرب تک خطبہ ارشاد فرمایا اور تمام فتنوں سے آگاہ کیا۔ ان فتنوں کی علامات یہ ہیں:

۱۔ وقت میں بے برکتی ہو جائے گی۔ ۲۔ علم کے باوجود عمل میں کمی ہو جائے گی۔
۳۔ حلال و حرام کی تمیز ختم ہو جائے گی۔ ۴۔ جھوٹ کو حلال سمجھا جائے گا۔
۵۔ دین بیچ کر دنیا خریدی جائے گی۔ ۶۔ طلاق کی کثرت ہو جائے گی۔
۷۔ تہمت لگانا عام ہو جائے گا۔ ۸۔ کمینے لوگوں کی عزت کی جائے گی۔
۹۔ شریف لوگوں کا جینا محال ہو جائے گا۔
۱۰۔ لوگوں کے لہجے اور مزاج تلخ ہو جائیں گے۔ ۱۱۔ گناہ زیادہ ہو جائیں گے۔
۱۲۔ مرد عورتوں کی نقالی کرنے لگیں گے (LGBTQ اور فیشن شوز وغیرہ)
۱۳۔ گانے والی عورتیں رکھی جائیں گے۔

آج یہ چیزیں ہمارے معمول کا حصہ بن چکی ہیں جس کا ہمیں اندازہ ہی نہیں۔ ان فتنوں سے بچنے کے لیے ہمیں فرائض کی پابندی، سنتوں کا اہتمام کرنا ہے۔ شرک و بدعات سے دور رہنا ہے۔ فکرِ آخرت کی تعلیم دینی ہے، نظر کی حفاظت کرنی ہے اور اہلِ دین سے جڑنا ہے۔ مسنون دعاؤں کا اہتمام کریں۔ سورۃ الکہف سے خصوصی لگاؤ رکھیں۔ طے کر لیں کہ ہم نے کوئی مشتبہ چیز شیئر نہیں کرنی، صرف مستند چیز شیئر کریں۔ سوشل میڈیا پر نفرت انگیز، شدت پسند گروپ کا حصہ نہ بنیں۔ تصاویر کے معاملے میں احتیاط کریں، بالخصوص فیملی کی تصاویر موبائل میں نہ رکھیں۔

مطالعۂ حدیث (جناب عبدالرؤف)

نمازِ مغرب کے بعد معاون، مرکزی شعبہ تعلیم و تربیت جناب عبدالرؤف نے ''اسلام اور ریاست'' کے موضوع پر درس حدیث دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام اور حکومت و ریاست دو جڑواں بھائی ہیں۔ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔'' یعنی انسان کی زندگی میں ریاست کا کردار بہت اہم ہے۔ امام ڈھال ہوتا ہے جس سے تحفظ حاصل کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی کہ حکومت کو میرے لیے مددگار بنا دے۔ ہمارے اسلاف نے خلافت کے ہوتے ہوئے بھی اس کی اہمیت کو واضح کیا۔ آج تو خلافت کا

ادارہ نہیں اور باطل نظام منکرِ اعظم ہے۔ خلافتِ عثمانیہ کے بعد خلافت کو قائم کرنا فرضِ عین ہے۔ آج یہی ہمارا دعویٰ ہے اور اسی کے لیے ہم کوشاں ہیں۔

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (جناب شفیع محمد لاکھو)

امیر حلقہ حیدر آباد جناب شفیع محمد لاکھو نے اپنے خطاب کو SMD سکرین پر پاور پوائنٹ کے ذریعے واضح کیا۔ انہوں نے کہا کہ مغرب میں خدا بیزاری بہت بڑھ چکی ہے لیکن قرآن حکیم کی نشانیوں کی وجہ سے سائنس دان مجبور ہو رہے ہیں کہ خدا کو مانا جائے۔ کائنات کی حقیقتیں اور مسلمانوں کی ایمانی کیفیات کو دیکھ کر اب مغرب کے مصنّفین قرآن کی طرف راغب ہو رہے ہیں۔ یورپ میں قرآن کی بدولت اسلام تیزی سے پھیل رہا ہے اور ۲۰۷۵ء میں یہ دنیا کا سب سے بڑا مذہب ہوگا۔ اِدھر ہمارا حال یہ ہے کہ اپنے نوجوانوں کے سامنے قرآن کے حقائق پیش ہی نہیں کرتے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ قرآن کی حیثیت مقناطیس کی ہے جو سلیم الفطرت لوگوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے جبکہ جن لوگوں کی فطرت مسخ ہو چکی ہو ان پر اس کا اثر نہیں ہوتا۔ دوسری طرف اولیاء الشیطان لوگوں کو قرآن سے دور کرنے کے لیے جال بنتے ہیں۔ ایک انگریز نے خلافتِ عثمانیہ کے خاتمے پر کہا تھا کہ مسلمانوں کو قرآن سے دور کر دو۔ اس کا مقابلہ سعید نورسیؒ نے کیا، جبکہ برصغیر میں قرآن کو زندہ کرنے کے لیے شیخ الہندؒ نے تحریک شروع کی۔

ویڈیو پروگرام (بانی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ)

اس کے بعد بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ کا قرآن فورم کے تحت قرآن آڈیٹوریم میں کیا گیا ایک خطاب بذریعہ ویڈیو دکھایا گیا۔ اس میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اور موجودہ دور میں یہود کی سازشوں کو تفصیل سے بیان کیا۔

------ اتوار ۱۹ نومبر ۲۰۲۳ء ------

درس قرآن مجید (جناب سلیم اختر)

نمازِ فجر کے بعد اجتماع کے چوتھے اور آخری سیشن کا آغاز ہوا۔ ناظم دعوت، حلقہ پنجاب جنوبی جناب سلیم اختر نے سورۃ المنافقون کے دوسرے رکوع کا درس دیا۔ سورۃ المنافقون میں منافقین کا تذکرہ ہے۔ بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ انقلابی تحریکوں میں

کچھ منافقین پیدا ہو جاتے ہیں۔ جب تحریک میں مشکل مرحلہ آتا ہے تو ان کے اندر کی کیفیت میں ضعف آ جاتا ہے۔ وہ تحریک کا ساتھ دینے سے پیچھے ہٹنا شروع ہو جاتے ہیں۔ شیطان ان پر حاوی ہو جاتا ہے اور ان میں منافقت کی بیماری پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اس بیماری کا علاج ان آیات میں بیان ہو رہا ہے۔ ان میں ذکر کا وسیع تصور ہے‘ یعنی صرف نماز‘ روزہ اور تسبیحات ہی ذکر نہیں بلکہ زندگی کا ہر لمحہ اللہ کی یاد میں بسر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان میں مال و اولاد کی محبت پیدا کی ہے لیکن اس کی وجہ سے اللہ کی یاد اور اقامتِ دین کے مشن سے غافل ہونے سے منع فرمایا گیا ہے۔ آج انسان مادیت اور ایک خاص معیارِ زندگی کی طرف بھاگ رہا ہے۔ اگر مال حلال سے کمایا جائے‘ اولاد کی دینی تربیت ہو اور اسے اللہ کی راہ میں لگایا جائے تو یہ عمل آخرت میں صدقہ جاریہ بنے گا۔ دوسری آیت میں انفاق کا ذکر ہے جس سے مراد صرف مال کا خرچ کرنا نہیں بلکہ اللہ کی راہ میں مال‘ اولاد‘ صلاحیتیں‘ علم سب کچھ لگانا ہے۔ اگر ہم یہ چیزیں اللہ کی راہ میں نہیں لگائیں گے تو پھر یہ سب موت کے وقت اور قیامت کے دن ہمارے لیے حسرت کا باعث بنے گا۔ وہاں ہم مہلت مانگیں گے لیکن مہلت نہیں ملے گی۔ موجودہ حالات میں اللہ کے ذکر کی بہت اہمیت ہے‘ ورنہ نفاق کی بیماری پیدا ہونے کا خطرہ ہے۔ یہ آیات اہلِ ایمان کی تربیت کے لیے بہت اہم ہیں۔

ساتھیو! مشعلوں کو تیز کرو! (انجینئر سیّد نعمان اختر)

نائب ناظم اعلیٰ جنوبی پاکستان انجینئر سید نعمان اختر نے اپنے خطاب میں کہا کہ تنظیم کا یہ قافلہ چار سو سالہ علمی وفکری اور تحریکی مساعی کا امین ہے۔ بانی تنظیم اسلامیؒ نے اپنا سب کچھ اس قافلے کے لیے لگا دیا۔ موجودہ پُرفتن دور میں ہمارا کردار بہت اہم ہے۔ ہم نے دنیا کو دین کے صحیح تصور سے روشناس کرنا ہے۔ آج ہمیں نیکیوں کی طرف دوڑنا ہوگا اور گناہوں سے بچنا ہوگا۔ ناشکری سے شکر کی طرف اور جہالت سے علم کی طرف دوڑو۔ اس قافلے کو تیز کرنے کے لیے ہم نے کچھ چیزوں پر عمل کرنا ہے۔ سب سے پہلے اپنے نفس کا محاسبہ کرنا ہے۔ ایک داعیٔ دین اپنے نفس کا محاسبہ کرتا ہے۔ پھر ہمیں تعلق مع القرآن کو مضبوط کرنا ہے۔ ہم دورۂ ترجمہ قرآن‘ رجوع الی القرآن جیسی تحریکیں تو اٹھا رہے ہیں لیکن دیکھنا ہوگا کہ ہمارا عملی تعلق قرآن سے کتنا ہے۔ ہمیں عاشق قرآن بننا ہوگا۔ ہمارے سامنے مثال موجود ہے کہ فلسطین کے مظلوم

مسلمان قرآن سے جڑے ہوئے ہیں تبھی وہ بدترین حالات میں بھی اسرائیلیوں کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ ہمیں اپنی ذات میں داعی الی اللہ بننا ہے اور کردار کا نمونہ لوگوں کے سامنے رکھنا ہے۔ اس وقت ڈاکٹر صاحبؒ کی دعوت گھر گھر پہنچ چکی ہے۔ دعوتِ دین کا کام ایک مستقل سُنّت ہے۔ اسی طرح ہم نے کچھ چیزوں سے بچنا ہے۔ ہمیں بدگمانی‘ فتنہ‘ لہو ولعب (مثلاً کرکٹ) سے بچنا ہے۔ عُجلت پسندی اور بے بنیاد تبدیلی کے نعروں میں وقت صرف نہیں کرنا۔ ہم نے اس قافلے کی حفاظت کرنی ہے۔ آپ کی ترجیح اول کیا ہے‘ یہ فیصلہ آپ نے کرنا ہے!

انقلابی تربیت کے عناصر سہ گانہ (ڈاکٹر محمد الیاس)

حلقہ کراچی جنوبی کے امیر ڈاکٹر محمد الیاس نے کہا کہ ہمیں منہجِ انقلابِ نبوی ﷺ کے چھ مراحل پر کام کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کے تین ادوار ہیں: آغازِ وحی سے پہلے‘ مکی دور اور مدنی دور۔ آپ ﷺ نے تین کام مستقل کیے: دعوت‘ تنظیم اور تربیت۔ تربیت ایک مستقل سُنّت ہے۔ کچھ لوگ یہ کام نہیں کر سکتے۔ قرآن کے ذریعے تزکیہ کرنا ہے۔ پہلے اپنی تربیت کرنی ہے‘ پھر اولاد اور معاشرے کی کرنی ہے۔ پہلے اپنے آپ کو نمونہ بنائیں۔ رسول اللہ ﷺ کا طریقہ تربیت خانقاہی نہیں بلکہ انقلابی تھا جس سے صرف فرد نہیں بلکہ پورا معاشرہ تبدیل ہوا۔ سورۃ الفتح کی آخری آیت کی روشنی میں ہمیں اپنے اندر صحابہؓ جیسی صفات پیدا کرنی ہوں گی۔ تمسّک بالقرآن اور قیام اللیل کے ساتھ صبر و استقامت کی کوشش کریں۔

قرآن کی فریاد (جناب شفیق بیگ چغتائی)

بزرگ رفیق تنظیم جناب شفیق بیگ چغتائی نے ماہر القادری مرحوم کی مشہور نظم ’’قرآن کی فریاد‘‘ ترنم سے پڑھ کر سنائی۔

قرآن اور جہاد (محترم خورشید انجم)

مرکزی ناظم تعلیم وتربیت جناب خورشید انجم نے اپنے خطاب میں کہا کہ جب قرآن نازل ہو رہا تھا تو اس نے عرب میں ہلچل مچا دی تھی۔ وہ لوگوں کو اندھیروں سے نکال کر ایمان اور یقین کی روشنی میں لے آیا۔ اُس وقت لوگوں کا تزکیہ‘ تصفیہ‘ تعلیم اور تربیت سارے کام قرآن سے ہوتے تھے۔ چنانچہ صحابہ کرام ؓ کی فکر‘ سوچ‘ اقدار‘ امیدیں‘ خلوت وجلوت حتیٰ کہ پوری

کائنات بدل گئی۔ دنیا ان کے لیے ایک مسافر خانہ بن گئی۔ دورِ نبوتؐ اور دورِ خلافتِ راشدہ میں قرآن اور جہاد کو اولین حیثیت حاصل تھی‘ لیکن جب ملوکیت آئی تو پھر قرآن‘ جہاد‘ ایمان وغیرہ کی حیثیت ثانوی ہوگئی۔ چنانچہ قرآن ایک کتابِ ایمان کی جگہ قانون کی کتاب اور حصولِ ثواب و برکت کا ذریعہ بن گیا۔ جہاد کے ساتھ تو زیادہ ظلم ہوا کہ اس کے پورے پیکج (ایمان‘ دعوت و تبلیغ اور اقامت دین) کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے جہاد کو منسوخ کرنے کا فتویٰ دیا اور مسلمانوں کی عظیم اکثریت کے نزدیک جہاد اور قتال کو ہم معنی سمجھا جانے لگا۔ اب ہمیں دوبارہ صحابہ کرام ؓ والے جذبے کو زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

ہم کہاں کھڑے ہیں؟ (محترم ڈاکٹر عطاء الرحمٰن عارف)

ناظم اعلیٰ محترم ڈاکٹر عطاء الرحمٰن عارف نے تنظیم اسلامی کی موجودہ پیش رفت کا جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ اس وقت کُل رفقاء کی تعداد ۹۸۰۰ ہے جس میں ۲۸۶۲ ملتزم اور ۶۹۳۸ مبتدی ہیں۔ رفیقات کی تعداد ۱۸۹۶ ہے۔ حلقہ جات کی تعداد ۲۰ ہے۔ ۱۴۶ مقامی تنظیم ہیں۔ اُسرہ جات کی تعداد ۷۶۳ ہے۔ ۷۶۳ حلقہ قرآنی قائم ہیں۔ گزشتہ سال مبتدی تربیتی کورس ۱۸ اور ملتزم تربیتی کورس ۱۱ منعقد ہوئے۔ تنظیم میں ۲۷۱ مدرسین ہیں جن میں ۱۴۴ منظور شدہ ہیں جبکہ فاضلین درس نظامی ۲۲۵‘ پی ایچ ڈی ہولڈر ۷۷‘ ایم فل ۲۱۱‘ چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ ۱۴۶‘ انجینئرز ۲۰۶‘ وکلاء ۱۰۲‘ ماسٹرز ۱۳۰۳‘ ڈاکٹرز ۲۷۷ اور گریجوائیٹ ۴۰۹ ہیں۔

ناظمہ علیا کا پیغام (ڈاکٹر عارف رشید)

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے صدر محترم ڈاکٹر عارف رشید نے ناظمہ علیا (اہلیہ بانی محترمؒ) کا پیغام پڑھ کر سنایا۔ یہ پیغام ندائے خلافت کے شمارہ ۴۷ میں شائع ہو چکا ہے۔

اختتامی خطاب (امیر تنظیم اسلامی)

امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ حفظہ اللہ نے اپنے اختتامی خطاب میں پانچ نکات پر گفتگو کی:

(۱) سب سے پہلے اللہ کا شکر ادا کرنا ہے اور ہم سب کو دو رکعت شکرانے کے نفل ادا کرنے چاہئیں۔

گھر جا کر اہل و عیال کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے۔ حلقہ پنجاب جنوبی اور سکیورٹی والے رفقاء بھی شکریہ کے مستحق ہیں جن کی انتھک محنتوں سے یہ اجتماع منعقد ہوا۔ ہم بہاول پور کی انتظامیہ

اور حساس اداروں کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا کرے۔

(۲) بانی محترمؒ کی سنت کو سامنے رکھتے ہوئے کچھ آیات کا تحفہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے سورۃ التوبہ کی آیت ۱۱۱ ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ سودے کا تذکرہ ہے۔ سودے کی ضرورت ہمیں ہے‘ اللہ کو نہیں ہے۔ لیکن وہ مختلف پیرایوں میں اپنے بندوں کو ترغیب و تشویق دلاتا ہے کہ اگر تم میرے دین کی جدوجہد کرو گے تو میں تمہیں بدلے میں جنّت عطا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کی جنّت سستی نہیں ہے‘ اس کے لیے اپنی جان لگانی پڑتی ہے۔ امام زین العابدینؒ کہتے ہیں کہ میری جان کوئی حقیر شے نہیں ہے کہ اسے کم تر جگہوں پر استعمال کروں بلکہ اس کو کھپا کر اللہ تعالیٰ کی جنّت خریدی جاسکتی ہے۔ دوسری آیت سورۃ الانفال کی آیت ۱۷ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی آزمائشوں اور تکالیف کا ذکر ہے۔ ہمارے پیش نظر آپ ﷺ کا اسوہ ہے۔ آج ہمیں قرآن کے ذریعے سے محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے گھروں میں لانا ہوگا۔ پھر ہمیں گھروں میں کردار کا نمونہ بننا ہوگا‘ ورنہ قول و فعل کے تضاد کا معاملہ ہو جائے گا جس کے حوالے سے سورۃ الصف کی آیات ۲‘ ۳ میں سخت الفاظ آئے ہیں۔ امام زین العابدینؒ ہی کا قول ہے کہ ”تم جو کہتے ہو مجھے سنائی نہیں دیتا‘ اور جو تم کرتے ہو وہ مجھے دکھائی دیتا ہے۔“

(۳) اس اجتماع میں سینکڑوں احباب موجود ہیں۔ ان سے میں کہوں گا کہ اسلام مکمل دین ہے اور ہم سب کے اوپر تین فرائض عائد ہوتے ہیں: خود دین پر عمل کرنا‘ دوسروں تک اس دین کو پہنچانا اور دین کے نظام کو قائم کرنے کی جدّوجُہد کرنا۔ یہی تنظیم کی بنیادی دعوت ہے۔ جو حضرات ڈاکٹر اسرار احمدؒ اور تنظیم اسلامی سے محبت کرتے ہیں وہ آگے بڑھیں اور تنظیم میں شامل ہوں۔

(۴) کچھ اہداف دے رہا ہوں:

(i) ایک سال میں ہر مبتدی رفیق دو احباب جبکہ ملتزم رفیق چار کو زیر دعوت رکھے اور اگلے سالانہ اجتماع میں ساتھ لے کر آئے۔

(ii) گھریلو اسرے کا اہتمام کریں۔ حلقہ قرآنی میں خود اور احباب کو شریک کریں۔

(iii) تنظیمی اجتماعات میں سو فیصد شرکت کا اہتمام کریں اور یہ کم سے کم تقاضا ہے۔

(iv) بانی محترمؒ کا ویڈیو خطاب ''نجات کی راہ'' (شکاگو) کو سننے کا اہتمام کریں۔

(۵) عالمی و ملکی حالات اور مستقبل کے منظر نامہ کے حوالے سے کہوں گا کہ اسرائیل بھی کہتا ہے کہ پاکستان سب سے بڑا دشمن ہے۔ آج پاکستان کے اپنے حالات دگرگوں ہیں جس کی وجہ اللہ سے بے وفائی ہے۔ افغان طالبان اور حماس کی جہادی کوششیں ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے کافی ہیں۔ بہرحال اس مملکت میں ہم نے اسلام کے نفاذ کے لیے ہر طریقہ آزما لیا ہے‘ اب صرف تحریک کا راستہ بچا ہے۔ ایک پُرامن‘ منظم انقلابی تحریک چلانے کی کوشش کی ضرورت ہے۔ اب علماء بھی اس کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہی طریقہ اقرب الی السنہ ہے۔ بہرحال جد و جُہد کا عزم‘ رخصتوں سے چھٹکارا اور قرآن سے جڑنا ہے۔ یہ کریں گے تو ان شاء اللہ کل حضورِ اقدس ﷺ کی شفاعت اور اصل کامیابی ملے گی۔

بیعت مسنونہ

اس کے بعد بیعت مسنونہ کا اہتمام کیا گیا۔ نئے شامل ہونے والے رفقاء نے امیر تنظیم اسلامی محترم شجاع الدین شیخ ﷾ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اس دوران پنڈال میں موجود تمام رفقاء نے بھی امیر محترم کے ساتھ بیعت کے الفاظ دہرائے۔ آخر میں امیر محترم نے دعا کروائی۔

بقیہ: عرضِ احوال

بظاہر انہوں نے کہیں جمہوریت قائم کی اور کہیں بادشاہتیں‘ لیکن اس وقت دنیا پر اصل غلبہ سرمایہ دارانہ نظام کا ہے جو ایک مخصوص گروہ کی عالمی حکومت کے قیام کا راستہ ہموار کر رہا ہے۔ انسانیت سرمایہ دارانہ نظام کے استحصالی شکنجے میں جکڑی جا چکی ہے۔ اس سے نجات دلانے کی اصل ذمہ داری اب اس بہترین اُمت کے کندھوں پر ہے جسے انسانیت کی خاطر برپا کیا گیا‘ خصوصاً اُس واحد اسلامی ایٹمی طاقت پر جس کے بانی نے بسترِ مرگ پر فرمایا تھا: ''اب یہ پاکستانیوں کا فرض ہے کہ اس ملک خداداد کو خلافتِ راشدہ کا نمونہ بنائیں تا کہ اللہ اپنا وعدہ پورا کرے اور مسلمانوں کو دنیا کی خلافت عطا کرے''۔ بقول مصورِ پاکستان ؎

تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر اُستوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر!

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے ''شعبہ تحقیق اسلامی'' (IRTS)
کے زیر انتظام ابلاغِ عامہ و افادۂ عام کی ویب سائٹس

موبائل فون/آئی فون ایپس

- محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کی تمام کتابیں موبائل فون پر مطالعہ کرنے کے لیے گوگل پلے سٹور پر لکھیں:
  Tanzeem Digital Library
- بیان القرآن کی آفیشل ایپ حاصل کرنے کے لیے گوگل پلے سٹور پر لکھیں:
  Bayan ul Quran - Dr Israr Ahmad IRTS
- محترم پروفیسر حافظ احمد یارؒ۔ لغات و اعرابِ قرآن پر ایپ سے استفادہ کے لیے گوگل پلے سٹور پر لکھیں:
  Lughat o Aerab e Quran

Jan. 2024
Vol.73

Regd. CPL No.115
No.1

Monthly **Meesaq** Lahore

داعیٔ قرآن ڈاکٹر اسرار احمد رحمۃ اللہ علیہ کی چند فکر انگیز تالیفات

قرآن حکیم کی عظمت وتعارف اور حقوق و مطالبات
جیسے علمی و عملی موضوعات پر 8 کتابوں کا مجموعہ

قرآنِ حکیم اور ہم

اشاعت خاص 1500 روپے

عظمت مصطفیٰ ﷺ، مقصد بعثت، اسوۂ رسول ﷺ اور
سیرت نبویؐ کے انقلابی پہلوؤں پر مشتمل مقالات کا مجموعہ

رسولِ اکرم ﷺ اور ہم

اشاعت خاص 1500 روپے، اشاعت عام 800 روپے

اسلام میں ستر وحجاب کے احکام
اور اسلامی معاشرے میں خواتین کے کردار
پر ایک مختصر مگر جامع تالیف

اسلام میں عورت کا مقام

اشاعت خاص 240 روپے، اشاعت عام 140 روپے

سیرت مطہرہ کے دل پذیر موضوع پر ڈاکٹر صاحب
کی زندگی کے آخری خطابات کا مجموعہ

سیرتِ خیرُ الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام

صفحات 240، قیمت 550 روپے

اخلاص فی العبادت اور اقامتِ دین
کی اہمیت وفرضیت، بعنوان:

توحیدِ عملی

سورۃ الزمر تا سورۃ الشوریٰ کی روشنی میں

اشاعت خاص 225 روپے، اشاعت عام 150 روپے

شرک کی حقیقت، اقسام اور دور حاضر
کے شرک سے واقفیت کے لیے مطالعہ کیجیے

حقیقت و اَقسامِ شرک

اشاعت خاص 400 روپے، اشاعت عام 150 روپے

امت مسلمہ سے خطاب کے ضمن میں قرآن کی جامع ترین سورت

سُورۃُ الحَدید

(اُمُّ المُسَبِّحات) کی مختصر تشریح

اشاعت خاص 500 روپے، اشاعت عام 300 روپے

خلافت کی حقیقت، تاریخی پس منظر، عہد حاضر میں
اس کا ڈھانچہ اور اس کے قیام کے نبوی طریق پر مشتمل

خلافت کی حقیقت

اور عصرِ حاضر میں اس کا نظام

اشاعت خاص 300 روپے، اشاعت عام 180 روپے

مکتبہ خدام القرآن

36-K ماڈل ٹاؤن لاہور
فون 3-35869501(042)
ای میل maktaba@tanzeem.org ویب سائٹ www.tanzeem.org